بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاسبانی تراشے
ماہ فروری 2019

فکر و نظر کو وسعت ملتی ہے پاسباں میں ؛ گلدستہ ادب میں نیرنگی سخن ہے
(فیضان احمد)

ماہانہ
پاسبانی تراشے

جمع و ترتیب
مسعود اعجازی اورنگ آبادی ممبر پاسبان علم وادب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتابچہ	:	پاسبانی، تراشے
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	:	ایک سو ایک (101)
اشاعت	:	فروری/2019/ سنہ عیسوی
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	(+91) 7387127358

فہرست مضامین

حمد باری تعالیٰ

بقلم :- مولانا فیضان احمد قاسمی

کرتے بیان ہم ہیں حمد و ثنا تمہاری
لائق نہیں ہے اس کے گر چہ. زباں ہماری

تیری ہی ذات اعلی تو ہی ہے سب سے بر تر
مقصود ہے سبھی کا تیری ہی ذات باری

خالق ہے دوجہاں کا مالک ہے دوجہاں کا
قدرت کا اک نمونہ خلقت جہاں کی ساری

چرخ کہن کو تونے تاروں سے ہے سجایا
لگتی ہے کہکشاں بھی تاروں کی کتنی پیاری

سبزے سے حسن بخشا روئے زمیں کو تونے
پھولوں کی خوشبوؤں سے مہکی زمین ساری

پانی پہ ہے بچھایا بستر زمیں کا تونے
گاڑے زمین پرہیں کتنے پہاڑ بھاری

میوے اناج کتنے پیدا کئے زمیں سے
پانی کے میٹھے چشمے تونے کئے ہیں جاری

فیضان کو عطا کر دونوں جہاں کی نعمت
پھیلائے ہاتھ تیرے در پر ہے یہ بھکاری

زیارت مدینہ

بقلم :- مولانا فیضان احمد قاسمی

آئی نظر کے سامنے طیبہ کی جب زمیں
خوش قسمتی پہ اپنی نہ آتا تھا کچھ یقیں

پوری ہوئی جو آرزو برسوں سے دل میں تھی
کھوئے سے جس کی یاد میں رہتے تھے ہم کہیں

اس وقت دل کا حال بیاں کیسے میں کروں
خوشیوں کے ساتھ دل تھا ندامت سے بھی حزیں

جاگا نصیب آج تھا آئے تھے ان کے در
قدموں کو جن کے بوسہ یہ دیتی تھی سرزمیں

آنکھوں سے آج دیکھا تھا شہر رسول کو
کتنے حسیں مکاں ہیں حسیں اس سے بھی مکیں

رحمت برس رہی تھی فضاؤں میں ہر طرف
نور نبی سے شہر منور تھا یہ حسین

دربار میں نبی کے سیہ کار آگیا
صد شوق لے کے دل میں جھکی شرم سے جبیں

واپس ہوئے تو دل میں یہ حسرت لیے ہوئے
جلدی ہی واپسی ہو سدا پھر رہیں یہیں

یارب مدینہ جانا سبھی کو نصیب ہو
فیضان کی دعا ہے یہی رب عالمیں

،، حرفِ چند ،،

بقلم :- مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
دوستو ! پیش خدمت ہے ماہانہ علمی دینی اصلاحی **"پاسبانی تراشے"** کا چوتھا سلسلہ

دوستو! میں معذرت خواہ ہوں تاخیر کے لئے ، بندہ اپنی ذاتی مصروفیات کی وجہ سے کچھ پریشان تھا، جو تاخیر کی وجہ بنی۔

پاسبانی تراشے کی افادیت ہمیں نظر آرہی ہے، کہ کئی احباب اس رسالہ کو پڑھ کر دلی دعاوں سے اپنی محبتوں سے نوازتے ہیں، اور اس رسالے کے منتظر بھی رہتے ہیں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کام میں اخلاص نصیب فرمائے، اس سلسلے کو دراز فرمائے،
اور **پاسبان علم و ادب** کے ذریعہ امت مسلمہ کو خوب خوب مستفیض فرمائے۔ آمین

دوستو ! ہم نے کوشش کی ہے اس کو خوب سے خوب تر بنانے کی ، مزید ترقی کے لئے آپ کے مشوروں کا انتظار رہے گا۔ آپ کے حوصلہ افزائی کلمات سے اور مفید مشوروں سے ہمارے ارادوں کو استحکام ملے گا۔

مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی

،،مدارس ھند میں قومی دن کے ڈرامے ،،

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی اعظمی ، مؤسس پاسبان علم و ادب

ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں یوم جمہوریہ اور یوم آزادی منانا اھل مدارس کا حق ہے ، اور کیوں نہ منائیں اس کے حصول کے لئے سب سے زیادہ فرزندان اسلام اور علماء کرام ھی کو اپنے ھی خون کے دریا سے گذرنا پڑا ، آگ اور خون کی ھولی کھیلنی پڑی، قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں ، پھانسی کے پھندوں کو گلے لگانا پڑا ، ظلم و ستم کے مختلف طریقوں کا تختۂ مشق بننا پڑا ۔

لیکن آخری دو تین سالوں سے مدارس میں یوم جمہوریہ یا یوم آزادی منانے کا یہ طریقہ کہ پورے شہر ، قصبہ اور گاوں میں طلباے مدارس کا جلوس نکالا جاے ، اسٹیج ڈرامے کی شکل میں مختلف پروگرامز پیش کئے جائیں ، آرکسٹرا کے طرز پر اسٹیج نغمہ سرائی کی جاے ، یقینا یہ تمام ایکسرسائز اورڈرامے نما پروگرامز غیر مناسب اور قابل ترک ہیں ۔

بلکہ مناسب یہ ہے کہ یوم جمہوریہ اور یوم آزادی منانے کا یہ طریقہ اپنایا جاے کہ برادروطن اور حکومتی اھل کار کو مدعو کیا جاے ان کی موجودگی میں اسٹیج پروگرام میں آزادی ھند سے متعلق علماء ھند کے کارناموں کا تذکرہ کیا جاے، بچوں کے درمیاں مسابقتی اور جنرل نالج پروگرامز منعقد کئے جائیں ، تقریری و تحریری اور قراءت قرآن کے مسابقے انہیں ایام میں کئے جائیں تاکہ قومی دن کا حق بھی ادا ہوجاے اور علمی، تفریحی اور ترفیھی پروگرام بھی

تعارف پاسبان بزبان ترجمان!

بقلم :- مولانا شیخ محمد خالد قاسمی اعظمی صاحب

1..پاسبان علم و ادب ایک پارلیمنٹ ہے.
جس میں مختلف سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے ممبران اپنی آواز بلند کرتے ہیں.

2..پاسبان علم و ادب ایک انسٹی ٹیوٹ ہے جہاں ملک کے نوع بنوع مسائل پر ریسرچ و تحقیق کی جاتی ہے .

3..پاسبان علم و ادب ایک جنرل اکیڈمی ہے جہاں علماء کی شکل میں ہر فن کی کتابیں موجود ہیں جس سے ہر کوئی بآسانی استفادہ کرسکتا ہے.

4..پاسبان علم و ادب ایک انٹر نیشنل جامعہ ہے جہاں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ملک کے بڑے بڑے اسکالرز اپنے علم سے اہل پاسبان کو سیراب کرتے رہتے ہیں.

5..پاسبان علم و ادب ایک فقہی مرکز ہے جہاں ہر قسم کے دینی مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی جاتی ہے.

6..پاسبان علم و ادب ایک میڈیا سینٹر ہے جہاں علماء کرام نت نئے مسائل پر ڈیبیٹ کرتے ہوتے ہیں نظر آتے ہیں.

7..پاسبان علم و ادب ایک ایسا سیاسی گہوارہ ہے جہاں ملک کے بڑے بڑے سیاستدانوں کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے .....

8..پاسبان علم و ادب ایک خاندان ہے جہاں لوگ پیار و محبت سے رہتے ہیں کبھی کبھی لڑتے اور جھگڑتے ہیں پھر ایک ہو جاتے ہیں.

9..پاسبان علم و ادب قلم کے شہسواروں کا ایسا مکتبہ ہے جہاں دلکش ادبی مضامین نظر نواز ہوتے ہیں..

10..پاسبان علم و ادب شعر و سخن کی ایسی انجمن ہے جہاں نغمہ سرائی بھی ہوتی ہے اور شعراء کی پذیرائی بھی ہوتی ہے

11..پاسبان علم و ادب ایک ایسا نرالا محبوب ہے جو اپنے چاہنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا.
اگر کسی کو اس کی اٹھکھیلیاں پسند نہیں ہیں .
تو پھر وہ اس گلی میں آئے کیوں.

سعید پالن پوری

بقلم :- مولانا عبد المالک بلند شہری

بر صغیر کے معروف ادارہ دارالعلوم دیوبند کے عہدہ شیخ الحدیث کو وقار و زینت بخشنے والے حضرت مفتی سعید احمد پالنپوری اس زمانے کے صف اول کے علماء میں شمار کئے جاتے ہیں ۔اپنے اخلاص و للّٰہیت، ورع و تقوی ، روحانی و علمی خدمات ، دینی تصلب ، جرات و بے باکی جیسی ممتاز صفات کی بدولت ہر دل عزیز اور محبوب و مقبول ہیں ۔۔۔آپ کی ولادت با سعادت تخمینہ کے مطابق 1940 میں صوبہ گجرات کے مردم خیز و علم ریز موضع کالیڑہ ضلع بناس کانٹھا کی ہے جو کہ شمالی گجرات کا ایک قدیم شہر ہے ابتدائی تعلیم آپنے گاوں ہی میں درج ذیل حضرات سے حاصل کی مولانا داود چودھری رح، مولانا حبیب اللہ چودھری رح ، مولانا ابراہیم جونکیہ رح ۔۔مکتب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے ماموں مولانا عبدالرحمن شیرا رح کے ہمراہ دارالعلوم چھاپی آگئے پانچ چھ مہینہ مذکورہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد پالنپور کے مشہور مصلح مولانا نذیر پالنپوری رح کے قائم کردہ مدرسہ میں داخلہ لیا اور چار برس تک مولانا اکبر رح و مولانا ہاشم بخاری رح سے فیض اٹھایا پھر شرح جامی تک مذکورہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا قصد کیا اور متواتر تین سال تک وہاں کے خوان علم سے زلہ ربائی کی اس درمیان مفتی یحی سہارنپوری رح،مولانا صدیق رح ، مولانا یامین سہارنپوری رح اور مولانا عبدالعزیز رائے پوری رح سے کسب فیض کیا پھر مزید تحصیل علم کے لئے 1380 ہجری مطابق 1960 میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور 1962 میں دورہ حدیث مکمل کرکے

سند فراغت حاصل کی اس درمیان آپ نے متعدد اساطین فضل و کمال کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا جن میں مولانا بشیر احمد خان بلندشہری رح(التوفی 1966)، حکیم الاسلام مولانا قاری طیب رح(1897۔198، مولانا نصیر احمد خان بلندشہری رح (1918۔2010)، مولانا فخر الدین مرادآبادی رح(1889۔1972)، مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری رح(التوفی 1976)، علامہ ابراہیم بلیلاوی رح(1902۔1967) اور شیخ محمود عبدالوہاب محمود مصری قابل ذکر ہیں اس کے بعد تکمیل افتاء میں داخلہ لے کر مفتی مہدی حسن رح کی نگرانی میں فن افتاء میں مہارت پیدا کی اور اپنے استاذ کا اعتماد حاصل کیا بعد فراغت تدریسی میدان میں قدم رکھتے ہوئے اولا گجرات کے مشہور مدرسہ راندیر میں 9 سال (1963۔1972) تدریسی فرائض انجام دئے پھر 1972 سے ہنوز دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں ۔۔آپ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تدریس میں تقریبا تمام ہی چھوٹی بڑی کتابیں پڑھائی ہیں ۔۔بتانے والے بتاتے ہیں کہ آپ کے دروس انتہائی عام فہم اور آسان ہوتے ہیں کند سے کند ذہن طالب علم بھی مشکل مقامات بآسانی تھوڑی بہت دماغ سوزی سے سمجھ لیتا ہے ۔۔۔فی الحال آپ مسند مشیخت پر براجمان ہیں اور عہدہ شیخ الحدیث کو وقار بخش رہے ہیں ۔۔مولانا نصیر احمد خان بلندشہری رح(1918۔2010) کے انتقال کے بعد سے صدر المدرسین کے عہدہ پر بھی فائز ہیں جس کے آپ بجا طور پر مستحق ہیں ۔۔۔

آپ کے قلم گہر بار سے اب تک متعدد بڑی چھوٹی کتابیں منصہ شہود پر آکر اہل علم سے داد و تحسین حاصل کرچکی ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں تفسیر ہدایت القرآن ، مبادی الفلسفہ، آسان منطق ،حیات امام ابوداود رح،مشاہیر محدثین و فقہاء کرام،حیات امام طحاوی رح، نبوت نے انسانیت کو کیا دیا اور اسلام تغیر پذیر ممالک میں وغیرہ ہیں

ان کے علاوہ آپ نے متعدد اہم کتابوں کی عمدہ شروحات بھی لکھی ہیں جن میں سر فہرست حجۃ اللہ البالغۃ کی شرح رحمۃ اللہ الواسعہ ہے جس کی اہل علم حضرات نے بڑی تحسین فرمائی اور اس کو گراں قدر کارنامہ قرار دیا اس کے علاوہ مفتاح التھذیب کی شرح اور ترمذی شریف کی شرح الفوز الکبیر کی شرح وغیرہ بھی آپ کی علمی و تحریری صلاحیتوں کا منھ بولتا ثبوت ہیں ۔۔۔۔

تصوف و سلوک ۔۔۔

مولانا اکابر و اسلاف کے طریقہ پر چلتے ہوئے ظاہری و باطنی علوم کے ماہر ہیں ۔۔ حدیث ، فقہ، منطق، تفسیر، نحو، صرف، فلسفہ و کلام وغیرہ فنون سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ بحر تصوف کے شناور اور میدان سلوک کے شہ سوار ہیں ۔۔۔اس سلسلہ میں آپ نے اولا مشہور محدث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رح(1895۔1982) سے مسترشدانہ تعلق استوار کیا اور ان سے خاطر خواہ استفادہ کیا ۔۔ان کے انتقال کے بعد فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین رح 1929۔ 2003)سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور سے رجوع کیا اور ان کی تربیت میں رہ کر مدارج سلوک مکمل کئے بعدہ شیخ و مرشد کی جانب سے خلافت و اجازت بیعت سے سرفراز کئے گئے ان کے علاوہ آپ کو حضرت مدنی رح کے خلیفہ خاص مولانا سید محمود حسن سہارنپوری رح (جن سے مولانا مرغوب الرحمن بجنوری مہتمم دارالعلوم دیوبند ، مولانا عبدالحق اعظمی رح سابق شیخ الحدیث دیوبند، مولانا سید اسعد مدنی رح، مولانا ناظر حسین رح، مولانا قاری شریف گنگوہی رح) جیسے مشاہیر کو اجازت و خلافت حاصل تھی نے بھی اپنے سلسلہ میں اجازت بیعت وخلافت سے نوازا اس سلسلہ میں بھی آپ کی کافی خدمات ہیں ۔۔متعدد حضرات کو آپ نے بھی اپنا مجاز بنایا ہے ۔۔آپ کی علمی و دعوتی، اصلاحی، خطابی، تدریسی اور سلوکی خدمات جاری و ساری ہیں فی الحال آپ کی عمر کم و بیش

اسی برس ہے اس کے باوجود آپ پوری تندہی ، جانفشانی اور محنت کے ساتھ کار مفوضہ کی انجام دہی میں مصروف ہیں ۔۔اکابر و اسلاف کی عظیم یادگاروں کے امین اور مشائخ کی اقدار و روایات کے پاسبان ہیں ۔۔۔احقاق حق اور ابطال باطل کے سلسلہ میں کسی مداہنت و تساہل کے روادار نہیں اور نا ہی فریضہ حق کو ادا کرنے میں کسی کی پرواہ کرتے ہیں ۔۔بلا خوف و لومۃ لائم حق کی وضاحت کرتے ہیں اور دین حق کی وکالت کرتے ہیں ۔۔۔یقینا اس قحط الرجال کے دور میں چند ہی ایسے با صفا ، عالی ہمت و بلند حوصلہ حضرات موجود ہیں جن کی حیات و کارنامے باعث رشک و قابل افتخار ہیں ۔۔اللہ سے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالی ان حضرات کی تمام شرور و فتن سے حفاظت فرمائے اور ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرماکر ان کا سایہ عاطفت اس امت پر دراز فرمائے ۔۔آمین ۔۔۔

عبدالمالک بلندشہر عفی عنہ
متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو

اس پر خاموشی جرم ہے۔

بقلم :- مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

جناب حسینی صاحب نے جس انداز میں شیخین کی کردار کشی کی ہے بلکہ شان نبوت میں گستاخی کی ہے اس سے ہر باشعور حیران و پریشان اور اس کی خطرناکی اور سنگینی کو سوچ کر لرزہ براندام ہے اور شدید الفاظ میں اس سے اظہار براءت کرتا ہے
ان کا یہ کہنا کہ آنحضور لشکر اسامہ کے ساتھ شیخین کو اس لئے روانہ کرنا چاہ رہے تھے تاکہ حضرت علی کی خلافت کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے ۔ اس کے ذریعے انھوں نے شیخین کی جو تصویر پیش کی ہے وہ تو بلکل واضح ہے اسی کے ساتھ شان نبوت میں گستاخی اور منصب رسالت کے ساتھ بد اعتمادی اور بد زبانی بھی اس جملے سے آشکارہ ہے
ان کے کہنے کا نتیجہ یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاندانی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے اور اس کی راہ میں سب سے بڑا روڑا شیخین کو سمجھتے تھے مگر کمزور اتنے تھے کہ بہ صراحت اس کا اظہار نہیں کرسکتے تھے اس لئے سازش کر کے انھیں مرکز اقتدار سے دور کرنا چاہتے تھے مگر وہ دونوں اس قدر چالاک تھے کہ اسے بھانپ گئے اور مرکز اقتدار سے چمٹے رہے یہاں تک کہ اسے حاصل کرلیا
ظاہر ہے کہ یہ ایک شیعی نظریہ ہے اور نہایت ہی خطرناک اور اسلام کی عمارت کو ڈھانے کے مترادف ہے اس کی ضرور تردید ہونی چاہئے اور اس پر خاموشی جرم ہے ۔ اور امت اپنے اس فریضے سے غافل نہیں ہے خود ندوہ سے اس کی تردید آچکی ہے

جمہوریت...؟

بقلم :- مولانا اجوداللہ پھولپوری

ملک عزیز ھندوستان کی تاریخ میں دو دن انتہائی اھمیت کی حامل ھیں ایک 15 اگست دوسرے 26 جنوری ایک طرف جہاں پندرہ اگست 1947 کو ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ھوا اور ازادی کی شہزادی نے ملک عزیز کو اپنی بانہوں کا ھار بنایا وھیں دوسری طرف 1950 میں ھندوستان نے انگریزوں کی قانونی غلامی سے آزاد ھوکر جمہوری دنیا میں قدم رکھا یعنی اپنے ملک میں اپنے لوگوں پر اپنا قانون نافذ ھوا آزاد ھندوستان کا اپنا قانون بنانے کیلئے ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی قیادت میں 29اگست 1947کو سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئ, جسکوملک کاموجودہ دستورمرتب کرنے میں 2سال 11ماہ اور18دن لگے, دستورسازاسمبلی کے مختلف اجلاس میں اس نئے دستور کی ہرایک جزء پر کھلی بحث ہوئی اور ھر ممکنہ کمی کو دور کرنے کی کوشش کی گئ اسکے بعد 26نومبر1949کو باھمی رضا مندی سے اسے قبول کرلیاگیا,اور24جنوری 1950 کوایک مختصراجلاس میں تمام ارکان نےنئے دستور ھند پر دستخط کردیا

البتہ مولاناحسرت موہانی نے اسکی مخالفت کی اور مخالفت کرتےہوئےدستورکے ڈرافٹ پرایک نوٹ بھی لکھاکہ

"یہ دستوربرطانوی دستورکاہی اجراءاورتوسیع ہے جس سے آزادہندکامقصد پورانہیں ہوتا"

خیر اسوقت اس بات سے صرف نظر کی جمہوریت اور اسلامی طرز حکومت.. کن کن کمیوں اور اچھائیوں کو اپنے اندر سموئے ھوئے ھے بات کو صرف جمہوریت اور اسکے

اردگرد ھی سمیٹنے کی کوشش کرتے ھیں
بہر حال 26 جنوری 1950 کو اس نئے قانون کو نافذ کر کے پہلا"یوم جمہوریہ"
منایا گیا,اس طرح ہر سال 26 جنوری "یوم جمہوریہ" کے دن کے طور پر پورے جوش وخروش کے ساتھ منایا جانے لگا
یوم جمہوریہ کا وجود 1947 کے وجود سے ھے اور 1947 کا وجود مرھون منت ھے اس پوری ایک تاریخ کا جسکے چپہ چپہ پر ھمارے اپنوں کی قربانیاں پر پھیلائے ھوئے ھے جسکی ایک ایک تحریر ھمارے بزرگوں کے خون جگر سے عبارت ھے

جمہوریت(Democracy) دو یونانی لفظوں 'Demos' اور 'Cratea' سے مرکب ہے۔ اس کے معنی بالترتیب عوام اور طاقت کے ہیں۔ گویا جمہوریت اس نظامِ حکومت کو کہتے ہیں جس میں اقتدار یا قوت عوام کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، دوسرے لفظوں میں عوام ہی فرماں روا ہوتے ہیں۔
ارسطو نے جمہوریت کی تعریف میں کچھ یوں لکھا ہے کہ اس میں اربابِ حلّ وعقد (Magistrates) کے انتخاب میں افراد کی کثیر تعداد شریک ہوتی ہے اور ان میں غریب بھی ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف مطلق العنان حکومت میں صرف امراء حکومت کرتے ہیں اور یہ تعداد چند افراد تک محدود ہوتی ہے
جمہوریت کی سب سے عمدہ تعریف دیکھی جائے تو وہ ہے جو ابراہم لنکن نے کی ہے، یعنی:

"Government of people, by the people, for the people"

”عوامی حکومت، عوام کے ذریعہ، اور عوام کے فائدے کے لیے۔“
بعض اصحاب علم کی رائے میں یہ تعریف محض جمہوریت کے ایک پہلو کی وضاحت ہے۔ انکے نزدیک جمہوریت ایک سماجی فلسفہ ہے اوراس لحاظ سے اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ یہ حضرت انسان (Human personality) کا احترام ہے اور اس احترام کا حقدار سماج کا ایک ایک فرد ہے۔ اس احترام میں ذات برادری، غربت و مالداری اور سماجی حیثیت کوئی وقعت نہیں رکھتی ھے
عوامی حکومت، مساوات اور انفرادی آزادی یہ عناصر ثلاثہ جمہوریت کی پر شکوہ عمارت کے عمائد اساسی ھیں انہیں عناصر ثلاثہ سے ملکر جمہوریت کا وجود مکمل ھوتا ھے اگر ایک بھی عنصر غائب ھوا تو نہ یہ کہ جمہوریت کا حسن جاتا رھیگا بلکہ آمریت و ملوکیت کی اجارہ داری ھوجائیگی جو کہ جمہوریت کی روح کیلیئے سم قاتل ھے
ایک بات اور جو کہ قابل غور ھے وہ یہ کہ جمہوریت ھر اس نظام حکومت کو مسترد کرتی ھے جو اسکی اساسی بنیادوں سے ھٹی ھوئی ھے اور وطن عزیز کے موجودہ قانون کے مطابق جو نظام بھی جمہوریت کے منافی ھے وہ ملک غداری کے زمرہ میں آئیگا موجودہ دور حکومت کے کارکنین اور اسکے حوارین جس طور سے کھلم کھلا ھندتوا کا پرچار اور اسے ملک پر تھوپنا چاہ رھے ھیں وہ بھی ملک غداری کی فہرست میں شامل ھے اسلئے کہ ھندتوا خود اپنے آپ میں ایک الگ سے نظام ھے جو جمہوریت کے بنیادی اصولوں سے ھٹا ھوا ھے لیکن نہ معلوم کیوں جمہوریت کا چوتھا ستون میڈیا اس پر بات کرنے سے راہ فرار اختیار کرتا ھے
آج موجودہ حکومت کے طریقۂ کار پر بھی نگاہ ڈالیں تو جمہوری عناصر (عوامی حکومت، مساوات اور انفرادی آزادی) کا فقدان واضح طور پر نظر آئیگا
عوامی حکومت کی بات کی جائے اور حکومت کے پچھلے کارناموں پر نگاہ ڈالی جائے تو

دور دور تک حکومت اور عوام کا ربط نظر نہیں آتا مہنگائی بیجا ٹیکس اور نوٹ بندی جیسے معاملات کو مذھبی جنون کے پیچھے چھپایا جارھا ھے - مساوات سبکا ساتھ ساتھ سبکا وکاس جیسے کھوکھلے نعرے آپکو برسوں سے سنائی تو دے رھے پر دکھائی نہیں دے رھے ھیں - انفرادی آزادی تو کچھ خاص لوگوں کے ھاتھوں یرغمال بنالی گئی ھے اور اسے مذھبی آزادی اور گائے کی حفاظت کا نام دیکر انسانی جانوں کو تلف کرنے کا آلہ بنایا جارھا ھے ابتداءا یہ واقعات مسلمانوں کے ساتھ پیش آتے رھے اور جمہوری اقدار پر ناگ بنکر بیٹھے لوگوں کو حکومت سے تعلق رکھنے والے اور قانون نافذ کرنے والے کچھ افراد کی پشت پناھی حاصل رھی نتیجتا دودھ پلانے والے بھی آج اسی سانپ کے گزیدہ ھوکر انگشت بر اندام ھیں

خیر کہتے ھیں کہ ظلم کی عمر تھوڑی ھوتی ھے ظالم اپنے تمام ظلموں کے ساتھ جلد انجام کو پہونچتا ھے حالیہ پانچ ریاستوں کے الیکشن اور اسکے نتائج نے اس بات کو واضح کردیا ھیکہ ملک کی آبادی کا اکثری حصہ آج بھی جمہوریت پسند ھے مالک الملک وطن عزیز کی جمہوری اقدار کو اسکی تمام شقوں کے ساتھ قائم و دائم رکھے اور اس ملک کی شادابی کو بوموں کی منحوسیت اور خزاں سے محفوظ رکھے آمین

مفتی ابو القاسم نعمانی صاحب کے خلاف بے سبب محاذ آرائی

بقلم :- مولانا فضیل احمد ناصری ، دیوبند

کل بتاریخ 21 جنوری 2019 کو ایک تحریر پڑھنے میں آئی، اس کا عنوان تھا: *دارالعلوم دیوبند کے نام اہم پیغام* - یہ بنارس کے ایک نئے فاضل کے قلم سے تھی، اس میں انہوں نے جس طرح کے خیالات ارشاد فرمائے ہیں ان سے ان کی دارالعلوم سے پرخاش آشکارا ہوتی ہے۔ یوں تو ان کا اصل نشانہ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا ابو القاسم نعمانی صاحب تھے، مگر ان کے واسطے سے پورے دارالعلوم پر نشانہ سادھ بیٹھے۔ تحریر سے ایسا لگا گویا وہ دارالعلوم اور مفتی صاحب سے کوئی انتقام لینا چاہ رہے ہوں۔

بنارس کا یہ مضمون نگار

مضمون نگار کا نام لینا ہرگز مناسب نہیں، مگر اتنا تو کہا ہی جا سکتا ہے کہ ان کا قلم گلستانِ اعتدال کی *بوئے شمیم* سے خالی ہے۔ وہ بنارس کے ہیں۔ اچھے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ غیر سید حسینی ہیں، فاضلِ دارالعلوم ہیں۔ سفارش سے ہی سہی، ان کی فراغت دارالعلوم سے ہوئی۔ یہ مولانا الیاس کاندھلویؒ کی برپا کردہ تحریک سے منسلک ہیں اور اس کے پرجوش داعی بھی۔ وضع قطع سے بانیٔ جماعت کے مشن کے ہراول دستہ نظر آتے ہیں۔ عمامہ پوش اور مصلیٰ بدوش ہیں۔ جماعتی تقسیم میں یہ بالکل غیر جانب دار ہیں۔ نہ پورے سعد صاحب کے ہیں، نہ پورے شورائیوں کے ۔

دونوں کے نزدیک گھی شکر ہیں۔ سعدی گروہ سے ٹکر ہو تو پکے سعدی ہیں اور شورائیوں سے مڈبھیڑ ہو تو خالص و مکمل شورائی ۔ یعنی دونوں ہاتھ لڈو سے بھرے ہوئے۔

مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب ان کی نظر میں

صاحبِ تحریر بنارس کے ہیں اور مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب بھی بنارسی۔ نعمانی صاحب انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ محرر کی نظر میں نعمانی صاحب ایک ناکام ترین مہتمم ہیں۔ ان کے بقول:

موجودہ مہتمم مفتی ابوالقاسم بنارسی کے ذریعے دارالعلوم دیوبند کا اعتماد انتہائی درجہ کمزور اور مسلک دیوبندیت مختلف حصوں اور بٹواروں کا شکار ہو کر رہ گئی ہے، جیسے محسوس ہورہا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد کو بچانے اور متزلزل ہونے سے روکنے میں مہتمم صاحب بالکل ناکام نظر آرہے ہیں اور پوری اجتماعیت پارہ پارہ ہوکر رہ گئی ہے

مولانا نعمانی قابلِ قبول کیوں نہیں؟

مولانا نعمانی مدرسہ اسلامیہ بنارس کے شیخ الحدیث تھے۔ ان کی علمی قابلیت طبقۂ علما میں مسلم ہے۔ وہ عرصۂ دراز سے دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رہے۔ مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کی برطرفی کے بعد دارالعلوم کی باگ ڈور اب ان کے ہاتھ

میں ہے۔ بڑے بیدار مغز اور حساس ہیں۔ حالاتِ زمانہ پر ان کی گہری نظر ہے۔ وہ بہترین واعظ بھی ہیں۔ دارالعلوم میں دورہ کی کتاب بھی ان سے متعلق ہے۔ شریف الطبع اور کریم النفس ہیں۔ مسلکِ دیوبند کے تئیں بڑے سرگرم ہیں۔ مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے خلیفہ و مجاز بھی ہیں۔ ایک شخص اتنی خوبیاں رکھتا ہو تو جہاں اس کے ہم نواؤں کی ایک بڑی تعداد بن جاتی ہے، وہیں مخالفین کا ایک حلقہ بھی تیار ہو جاتا ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف اہلِ علاقہ کو ہوتی ہے، چناں چہ یہی اوصاف ان کے لیے بھی عیوب میں تبدیل ہو گئے۔ اسی بنا پر محرر صاحب بھی پیچ و تاب میں ہیں اور گفتار کی گل افشانی فرما رہے ہیں۔ دیکھیے ان کا ریمارک:

مولانا ابوالقاسم بنارسی کے بس کا نہیں ہے مرکز اور عالمی ادارہ کو کنٹرول کرنا، کیوں کہ ان کی سوچ سرکاری ملازمین کی سطح کی ہے اور یہ ایک طویل مدت تک سرکاری ٹیچر رہے ہیں ۔ کچھ خلفشار اور انتشار کے باعث چھوڑ کر دیوبند چلے گئے ہیں

حقائق سے عاری الزامات

محرر صاحب نے اس خط میں کئی غلط حقائق پیش کیے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ نعمانی صاحب باہمی انتشار کے پیشِ نظر بنارس چھوڑ کر دیوبند چلے گئے۔ ان کا یہ دعویٰ حقائق سے بہت بعید ہے۔ مولانا نعمانی صاحب دیوبند خود نہیں گئے، بلکہ انہیں بلایا گیا ہے اور ان کی شرطوں پر بلایا گیا ہے۔ وہ اپنے ساتھ ان طلبہ کو بھی دارالعلوم لے گئے جو ان کے زیرِ تدریس ادارے میں دورۂ حدیث میں تھے اور ان کی فراغت بھی دیگر طلبہ کی طرح دارالعلوم سے ہی ہوئی۔ یہ دارالعلوم میں اپنی نوعیت کا

ایک منفرد قصہ تھا، جو اس سے پیش تر کبھی پیش نہیں آیا۔ ان کا ایک اور دعویٰ یہ ہے کہ مولانا الیاس کاندھلوی مرحوم کی برپا کردہ تحریک انہیں کی وجہ سے تقسیم کا شکار ہوئی۔ جب کہ جاننے والے جانتے ہیں اس تقسیم اور اختلافِ شدید کا ذمے دار کون ہے۔

ایک تیر، کئی نشانے

ان کے نشانے پر ظاہراً نعمانی صاحب ہیں، مگر درحقیقت ان کی توپوں سے نکلنے والے بم پورے مسلکِ دیوبند پر گر رہے ہیں۔ انہیں شکایت ہے کہ مولانا نعمانی صاحب نے مسلکِ دیوبند کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ جماعت کا باہمی بحران انہیں کے اقدامات کا نتیجہ ہے۔ جماعت کو مرکز دیوبند سے کاٹنے کا کام انہوں نے ہی کیا، اس لیے وہ مستحقِ ملامت ہیں۔ حالاں کہ دنیا جانتی ہے کہ جماعت سے متعلق ان کی رائے تنہا ان کی رائے نہیں، پورا دارالعلوم وہی کہہ رہا ہے۔ پوری دنیائے دیوبندیت وہی کہہ رہی ہے۔ دارالعلوم میں جماعتی سرگرمیوں پر پابندی صرف انہیں کا موقف نہیں، پورے اساتذۂ دارالعلوم کا موقف ہے۔ دارالعلوم بار بار کہہ چکا ہے کہ جماعت سے اس کا کوئی اختلاف نہیں، بلکہ جماعت کے اختلاف سے اختلاف ہے۔ وہ نہ تو جماعتی شوریٰ کا حامی ہے، نہ جماعتی امارت کا مخالف ۔ وہ دونوں سے یکساں فاصلہ بنائے ہوا ہے۔ احاطۂ دارالعلوم میں شورائیوں پر بھی بندش ہے اور قائلینِ امارت پر بھی قدغن۔ اور اس بندش کے احترام کا بار بار اعلان بھی کرتا ہے۔ دارالعلوم نے جناب مولانا سعد کاندھلوی کے خلاف جو رائے قائم کی، وہ علمی بنیادوں پر تھی، بلاشبہہ وہ درست رائے تھی۔ مولانا سعد صاحب کو دارالعلوم کی شرائط کے مطابق رجوع کرنا

چاہیے تھا، مگر وہ آج تک نہ کر سکے اور اپنے اجتہادات و استنباطات کے دہانے حسبِ سابق کھولے ہوئے ہیں۔ ان کے شگوفوں سے دیوبندیت پریشان ہے اور * اب بس، اب بس* کہہ رہی ہے، مگر ان کا اجتہادی گھوڑا سرپٹ دوڑا جا رہا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایسے میں دیوبند نے وہی کیا، جو اسے کرنا چاہیے تھا اور یہ وہ اقدام تھا، جس کا عالمِ دیوبندیت شدت سے منتظر تھا۔ یہ مولانا نعمانی کا ذاتی فیصلہ نہ تھا، بلکہ پورے اساتذہ کا متفقہ موقف تھا، لہذا جناب کا غصہ تنہا نعمانی صاحب پر نہیں، پوری کائناتِ دیوبندیت پر ہے۔ محرر صاحب کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

پہلے مہتمم حضرات طلبہ کو برائی فحاشی بے حیائی ناچ گانے سے کنٹرول کرنے کے احکامات جاری کرتے تھے لیکن موجودہ مہتمم صرف دعوت و تبلیغ نظام الدین اور شوریٰ و شیرہ کی مخالفت دین کی نقل و حرکت، تبلیغی اجتماعات کی مذمت ہی کرتے ہوئے دِکھ رہے ہیں

دیوبندی علما سے گزارش

اس موقع پر علمائے دیوبند سے گزارش ہے کہ اپنی زبان کو حسبِ سابق دارالعلوم کے نہج پر رکھیں۔ دارالعلوم ہمارے لیے علمی راہ نما اور قافلہ سالار ہے۔ اس کی علمی خدمات اور روشن کارنامے اسے مضبوط امیرِ لشکر ثابت کرتے ہیں۔ اس کا ہر فیصلہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہوتا ہے، لہذا اس پر اعتماد رکھتے ہوئے اسی کی چال چلیں۔ خیال رکھیں کہ مولانا الیاس صاحب کی یہ جماعت اپنی ہے۔

یہ شوریٰ والے ہوں یا امارت والے، سب اپنے ہیں۔ ان کی خیر خواہی ہم پر فرض ہے۔ ہم پر ضروری ہے کہ ان میں پائی جانے والی غیر مستند اور غیر علمی باتوں کا احسن طریق سے رد کریں۔ ادلۂ اربعہ سے ان نقائص پر نکیر کریں۔ زبان نرم اور شائستہ ہو۔ جارحیت سے پاک اور حکمت سے لبریز ہو۔ مولانا کاندھلوی صاحب کے اجتہادات پر تحقیقی تبصرے ہوں اور امت کو اصل صورتِ حال بتائی جائے۔ یہ انداز رہا تو ان شاءاللہ جماعت غیر ضروری لوازم سے پاک ہو جائے گی اور یہ بلاشبہہ دین کی بڑی خدمت ہو گی۔

انمول موتی

بقلم :- مولانا ڈاکٹرارشد قاسمی اعظمی صاحب

کچھ لوگ لفظ نہیں لکھتے تیر چلاتے ہیں احساسات رقم نہیں کرتے برچھیوں کی بارش سے لہولہان کرتے ہیں ۔
وہ تبصرہ نہیں کرتے حسد و بغض کا لاوا پھوڑتے ہیں ۔
کسی علمی پوسٹ کا جواب نہیں لکھتے مرضِ ترفع کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اخلاقِ حسنہ ، مجادلہ احسن، قولِ کریم ، گفتگوئے لین، شیریں گفتاری جیسی صفات سے علی الاعلان اظہارِ برات کرتے ہیں ۔

کاش اسوۂ رسول ہمارے بیان ہی میں نہ ہو بلکہ عملی زندگی بھی اس خوشبو سے معطر ہو۔

پھر سے گرفتاریاں کیوں؟

بقلم :- مولانا مہدی حسن عینی قاسمی

ملک میں گزشتہ کچھ مہینوں میں پھر سے جس طرح اقلیتوں کو ہراساں کرنے کی گھناؤنی سازش پر عمل ہورہاہے مسلم نوجوانوں کو دہشت گردی و تخریب کاری کے الزام میں گرفتار کرکے انسانیت سوز اذیت دے کر بلاکسی ثبوت کے جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جارہا ہے.ملک کے مختلف خطوں سے مسلم کمیونٹی کے تعلیم یافتہ

Cream peace&Tailented Power

اور عام نوجوانوں کو کو دہشت گرد بتلاکر تباہ کرنے کی سعی نامراد جاری ہے.اس شرمناک و اندوہناک طریقہ کار سے رفتہ رفتہ مسلمانوں کو جہالت و بےکاری،احساس کمتری و زبوں حالی کے گہرے" غار"میں ڈھکیلا جارہا ہے. تاکہ جستہ جستہ مسلمانوں کا تعلیمی طبقہ خود بخود ختم ہوجائے اقلیتوں میں ہمہ وقت خوف و ہراس کی کیفیت بنی رہے.انہیں دہشت گرد،ملک مخالف،غدار وطن و تخریب کار ثابت کرکے برادران وطن کے دلوں میں ان کے لئے نفرت کا زہر گھول کر ان کے لئے اس ملک میں دائرہ حیات تنگ کردیا جائے.الیکشن سر پر آتے ہی پولرائزیشن کی کوششوں میں جانچ ایجینسیوں کو سرگرم کرکے مسلم نوجوانوں کو ملک و ملت کے سامنے ایک خوفناک و مہلک چہرا بناکر پیش کیا جانے لگا ہے تاکہ ملک کے اکثریتی طبقہ کے دلوں میں اقلیت کے حوالے سے زہر بھر جائے

اور ملک کا مسلمان اپنے نوجوانوں کو دینی و عصری تعلیم نادیں،ان کی معیشت و اقتصاد کا دیوالیہ نکل جائے.

یہ گھٹ گھٹ کر مریں.
حتی کہ بغیر کسی فساد،
تباہی ،دھماکے و قتل وغارت گری کے اس ملک کے مسلمان دوسرے درجہ کا شہری بن جائیں.اور فاسشٹ طاقتوں کی دیرینہ خواہش پوری ہوسکے.اور سیکولرزم کا یہ تاج محل "بھارت ورش"کے بجائے "ہندو راشٹر"بن جائے.

ایسے تکلیف دہ حالات سے پورے ملک میں دہشت و خوف کا ماحول ہے.ملک بھر میں اسلام کی پاکیزہ شبیہ داغدار کرکے اسلام کو ایک تخریب کار قاتل مذہب ثابت کرنے کی صیہونی و فاشسٹ سازش پر سفید آقا عمل پیرا ہیں.
انسداد دہشت گردی کے نام پر آتنک واد کو فروغ دیا جارہاہے.

مختلف مشنریوں اور ایجینسیوں کے ذریعہ بلاکسی جرم کے محض شک کی بنیاد پر علماء و تعلیم یافتہ نوجوانوں کو بلا کسی اطلاع کے اٹھا لیا جاتا ہے.عدالتیں ریمانڈ پر دے دیتی ہیں.اور پھر تحقیق و تفتیش کے نام ان کی زندگیوں کے قیمتی ۱۰ سال سے پندرہ سال تباہ کردیئے جاتے ہیں.اور پھر باعزت بری کردیا جاتا ہے.ماضی کے سارے کیسیز اس کا زندہ ثبوت ہیں.جو عمر قوم و ملک کے لئے کچھ کرنے کی ہوتی ہے جس میں امنگیں، جذبات و خواہشات انگڑائیاں لیتی ہیں اسی عمرمیں ہمارے نوجوانوں و علماء کو یہ انسان دشمن فسطائی ذہنیت کے حامل خاطی افسران جیل میں ڈال کر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑ کر اپاہج و مفلوج بنادیتے ہیں.اب سوچنے کی بات یہ ھیکہ ایسے نامساعد اضطراری حالات میں کیا قوم کو یونہی لٹنے کے لئے چھوڑ دیا جائے؟کیا علماء و تعلیم یافتہ نوجوانوں کو یونہی سازش کا شکار ہوتے رہنے دیا جائے؟

امن و محبت،اخوت و بھائی چارگی "ہندو مسلم سکھ عیسائی" آپس میں سب بھائی بھائی"جیسی پالیسی و نظریات کا یہ ملک "بھارت" اسپین و صومالیہ برما و منگولیہ بن جائے.؟دیکھتے ہی دیکھتے ہم پر اعتماد کرنے والا ہندوستانی مسلمان اللہ نا کرے "آج وہ تو کل ہماری باری ہے"کے ڈراؤنے احساس کے ساتھ ہم سے بد ظن ہو جائیں.؟یا پھر مسلک و مشرب،جماعت و تنظیم،

شخصیت و ذات کا اختلاف بھول کر ماضی کی طرح متحد ہو کر ایک مرتبہ پھر"دہشت گردی مخالف" مہم چھیڑی جائے. اور پورے ملک کو یہ پیغام دیا جائے کہ مسلمان نا دہشت گرد تھے ناہیں نا ہی کبھی ہونگے. اور اگر اس پر اس طرح کے بیہودہ الزامات لگائیں گئے اسے بلاکسی جرم پس زنداں ڈالا گیا.تو ہم سارے اختلافات کو پس پشت رکھ کر قوم و ملت کے لئے ملک کی سیکولر روایتوں کو برقرار رکھنے کے لئے عدالت عظمی سے ایوان پارلمینٹ تک،منبر و محراب سے لے کر سڑکوں و جیلوں تک قانونی لڑائی لڑیں گے.کچھ بھی ہو ہم اس ملک کے سیکولر باشندوں کو ساتھ لے کر منافرت و دہشت پھیلانے والے سازشی طاقتوں کی کمر توڑدیں گے.اگر آپ اس سے متفق ہیں تو آئیں ہم اور آپ مل کر اپنے مخلص قائدین و نمائندہ تنظیموں کے ذمہ داران سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ سارے علماء، تنظیموں کے ذمہ داران، عصری تعلیم یافتہ دانشوران،وکلاء و ججز نیز سیکولر محب وطن افراد کو ایک ساتھ لے کر "دہشت گردی مخالف مہم" چھیڑیں ایک نمائندہ کانفرنس پھر سے بلائیں. Anti Tererisum Loyers FORN بنائیں،ہر ضلع ہر شہر میں وکلاء کا مضبوط فورم قائم کریں.ملک بھر میں اس کی یونٹس بنائیں. ایسا ماحول بنائیں کی گرفتاری کی نوبت ہی نا آئے.نسل نو کو آئی.ایس کی خوفناک حقیقت سے روشناس کرائیں. ان کو جذبات پر کنٹرول کرنا سکھائیں.اسلام کے امن و آشتی کے آفاقی پیغام کو زمینی سطح پر عام کریں.

حق رائے کی ازادی کا مفہوم و منطوق حکومت سے واضح کرائیں.
عدلیہ کے طریقہ کار میں شفافیت و سرعت لانے کے لئے ملک گیر مہم چلائیں.
بلا تفریق مذہب و مسلک مل کر لائحہ عمل بناکر میدان عمل میں مضبوطی کے ساتھ کود پڑیں. اور یہ دکھادیں کہ جس ملک کے لئے ہم نے صدیوں سے جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے اس ملک کو ہم طاغوتی طاقتوں کے پنجے میں کبھی نہیں جانے دیں گے. انشاءاللہ.
یہی وقت کی پکار ہے اگر ہم اب بھی نا جاگے اور اپنا احتساب نا کیا اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے تئیں بیدار نا ہوئے. تو وقت ہم سے حساب لے گا اور وقت کے شکنجے سے بچنا ناممکن ہے.
("وتلک الایام نداولھا بین الناس"
یہ ان بےقصوروں کے بچوں، ماؤں، بیویوں اور بوڑھے والدین کی فریاد ہے. اس لئے قرآن کے ابدی فرمان:
"یایھا الذین آمنوااصبر و وصابروا ورابطوا. واتقواللہ لعلکم تفلحون"
پر عمل درآمد کرنا ہی اس موقع پر فطری و شرعی تقاضا ہے.
اللہ ہمیں بیدار ہونے کی توفیق دے. ہمارا حامی وناصر ہو. اور ملک و قوم کو فسطائی طاقتوں کے ناپاک عزائم کا شکار ہونے سے بچائے. آمین

مہدی حسن عینی قاسمی
ڈائریکٹر دیوبند اسلامک اکیڈمی

پیر مغاں کی مجلس میں چند ساعتیں!

تیسری اور آخری قسط

بقلم :- مولانا عبد المالک بلند شہری

حضرت محی السنہ رح(1920-2005) کے دوسرے خاص تربیت یافتہ کا نام کلیم اللہ ہے جو طبیب الامت ، مرجع العلماء ، عارف باللہ حضرت حکیم کلیم اللہ مدظلہ کے نام نامی اسم گرامی سے اولیاء اللہ و علمائے کرام کے درمیان مشہور و معروف ہیں۔۔۔آپ حضرت ہردوئی رح کے معنوی پسر (داماد) ہونے کے علاوہ ان کے علمی، فکری ،اور روحانی جانشین ہیں ۔۔ سن ولادت 1940 کے قریب ہے ۔۔والد کا نام حکیم افہام اللہ رح ہے جو انہونہ کے مشہور معالج اور طبیب حاذق ہونے کے علاوہ صاحب نسبت بزرگ تھے ۔۔ حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ نے حکمت و طبابت وراثت میں پائی ہے ۔۔آپ فن طبابت سے واقف ہی نہیں بلکہ اس میں سند کا درجہ رکھتے ہیں ۔ معاصر حکماء و اطباء کے مابین بھی آپ کی طبی حذاقت مسلم ہے ۔۔طویل عرصہ سے اس فن کے ذریعہ مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف ہیں ۔۔۔آپ بنیادی طور پر نیک طینت اور سلیم الفطرت انسان واقع ہوئے ہیں ۔ آغاز جوانی ہی سے صلاح و تقوی سے آراستہ اور بزرگان دین و مشائخ عظام کی محبت سے سرشار ہیں ۔۔شروع میں اصلاح و تربیت کے لئے الہ آباد کے مشہور بزرگ مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ رح(1895-1967) سے متعلق رہے ان کے وصال کے بعد بانی ندوۃ العلماء مولانا مونگیری رح (1846-1927)کے حفید مکرم اور نقشبندی سلسلہ کے معروف بزرگ مولانا شاہ فضل اللہ حیدرآبادی رح(المتوفی 1976) سے اصلاحی ربط رہا اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا ۔۔چونکہ والدین معظمین کی بے مثال تربیت نے بچپن ہی

سے دینی مزاج بنادیا تھا اس لئے انتہائی کم عرصہ میں منازل سلوک طے کر کے خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے ۔۔ان کے سانحہ ارتحال کے بعد بھی اپنے کو کامل نا سمجھا اور دل میں ایک عجیب سی بے چینی ہونے لگی آخر کار یہ بے قراری پرتاب گڑھ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد رح (1899۔1991)کی خدمت بابرکت میں لے گئی وہاں جاکر قدرے سکون ملا ان سے بھی اصلاح و تربیت کا سلسلہ قائم کیا جو ان کی وفات تک جاری رہا۔۔آپ کو ان سے والہانہ تعلق تھا۔ان سے خاطر خواہ استفادہ کیا۔۔حضرت رح بھی آپ پر خصوصی نگاہ رکھتے اور اصلاح و تربیت کے سلسلہ میں آپ کی مکمل رہنمائی فرماتے ۔۔اخذ فیض کا یہ سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ مرشد ثالث بھی (1991) دار فانی سے دار بقاء کی جانب رحلت فرما گئے ۔۔ان کے انتقال کے بعد آپ نے اپنے سسر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح (1864۔ 1943)کے آخری خلیفہ محی السنہ مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئی(1920۔2005) سے رجوع کیا اور ان کے دامن علم و معرفت سے وابستہ ہوگئے چونکہ حضرت ہردوئی رح کے آپ داماد بھی تھے اس لئے آپ کو ان سے ایک لمبی مدت تک استفادہ کا موقع ملا۔۔کم و بیش پینتیس برس آپ کا ان سے تعلق رہا۔۔اس درمیان آپ نے ان کو جلوت میں بھی دیکھا اور خلوت میں بھی ۔سفر میں بھی ان کے ساتھ رہے اور حضر میں بھی..آپ نے ان کی دعائے نیم شبی سے بھی آگاہی حاصل کی اور نالہ سحر خیزی سے بھی باخبر ہوئے ۔۔ان کی فکر، اضطراب، بے کلی اور کڑھن کو نا صرف قریب سے دیکھا بلکہ ان کیفیات کو اپنی شخصیت میں ضم بھی کرلیا۔۔حضرت رح نے انتقال سے قبل ہی آپ کو اپنا جانشین نامزد کردیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ کی استعداد باطنی، روحانی قوت ، اصلاح و تربیت کی صلاحیت اور پاکبازی کو قریب سے دیکھا تھا مرشد کی روشن نگاہوں نے پہچان لیا تھا کہ حکیم صاحب کو آگے چل کر

محبوبیت و مقبولیت کا بلند مقام نصیب ہونے والا ہے اور ان کے ارد گرد سالکین و طالبین اصلاح کا وہ ہجوم ہو گا جو ماضی کی یادیں تازہ کردے گا اور سب سے بڑی بات اس نے ہمارے مشن کو صحیح طور پر سمجھا ہے اور وہ ہمارے چھوڑے ہوئے تہذیبی و ثقافتی ورثہ کی دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طریقہ سے حفاظت کرسکتا ہے۔۔۔اسی لئے آپ نے انتقال(2005) سے پیشتر ہی ان کو اپنا جانشین بنادیا۔۔اس طرح آپ مدرسہ اشرف المدارس کے ذمہ دار اور مجلس دعوۃ الحق کے ناظم منتخب ہوئے۔۔اس کے علاوہ آپ کئی مدارس و مکاتب کے سرپرست ہیں۔خاص طور پر برصغیر کے معروف ادارہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کی شوری کا بھی آپ کو موقر رکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔۔اسی طرح دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے بھی آپ بہی خواہوں اور قدردانوں میں شامل ہیں۔۔اساطین ندوۃ خاص طور پر ناظم ندوۃ العلماء، مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ (ولادت 1929)سے آپ کا بڑا مخلصانہ تعلق ہے۔۔وہ آپ کے صلاح و حذاقت کے مداح و معترف ہیں۔۔ جب بھی حکیم صاحب کا قیام ہردوئی میں ہوتا حضرت ناظم صاحب ان سے ملاقات کے لئے ہردوئی ضرور تشریف لے جاتے اسی طرف علی گڑھ کے اطراف و اکناف کا سفر ہوتا تو ان کی قیام گاہ انہونہ ہاوس بھی ضرور تشریف لے جاتے ہیں۔۔حکیم صاحب اصلاح و تربیت کا مہتم بالشان کام اسی نہج پر کررہے ہیں جس پر ان کے اکابر کیا کرتے تھے۔ہزاروں لوگوں نے ان سے اصلاحی ربط استوار کرر کھا ہے۔۔جب کہ سو سے زائد خلفاءمجازین ہیں جن میں سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند مولانا عبدالحق اعظمی رح، مولانا عبدالرووف سیتاپوری رح، مولانا مفتی نعمان سیتاپوری مدظلہ مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی سید صالح سہارنپوری مدظلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، مولانا محمد عادل صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند، مولانا افہام اللہ

کا سگنجی مدظلہ اور مولانا ارشد سیوہاروی مدظلہ سمیت علماء و فقہاء کی ایک بڑی تعداد ہے ۔۔دعاگو ہوں کہ اللہ پاک حکیم صاحب کی عمر میں خوب برکت عطا فرمائے اور ان کے فیض کو عام و تام فرمائے ۔۔آمین

ایک رائے یہ بھی !!!

بقلم :- حافظ محمد خطیب اعظمی.

ہندوستان جیسے بڑے ملک میں دور دور تک یہی آثار نظر آرہے ہیں کہ جب بھی حکومت بنے گی دوبڑی جماعتوں کانگریس یا بی جے پی کی ہمنوائی میں ہی بنے گی. کوئی تیسرا مورچہ کبھی وجود میں آیااور حکومت بنانے کی حالت میں ہوابھی تو بہت دن تک نہیں چل پائے گا جیساکہ ماضی ہوچکاہے.

ایسی صورت میں مسلمانوں کویہی چاہئے کہ وہ جہاں اور جس صورت میں ہیں وہاں کسی ایسے سیکولرامیدوار کو جو جیتنے کی پوزیشن میں ہو اسے ووٹ دیکرجتائیں.

رہی بات مسلم سیاسی جماعتوں کی تو پورے ملک میں توانائی صرف کرنے کے بجائے اپنے اپنے مقام پربلا تفریق مذہب وملت کام کریں اور محدود دائرے میں رہ کرسیاست میں حصہ لیں.

تقریباہر صوبے میں دو ایک جماعتیں ہیں اگر ملکرکام کرتی ہیں اورانفرادی طورپرہرایک صوبےسے ایک ایک سیٹ بھی نکال لیتی ہیں تواچھی خاصی تعداد ہوجاتی ہے.

اس طرح کام کرنے سے ملکی سطح پر بہت زیادہ شورشرابا بھی نہیں ہوگا اور اس طرزسیاست سے ان شاءاللہ خاطرخواہ کامیابی ملنے کی امید رہے گی...

بانگِ کہن،

بقلم :- مولانا فضیل احمد ناصری القاسمی

تجھ کو رونا تھا، مگر تو عیش کے ساماں میں ہے
دیکھ اے ملاح ! کشتی شورشِ طوفاں میں ہے

میری آنکھوں پر بھروسہ کر، کہ اک بینا ہوں میں
دیکھ لیتا ہوں وہ فتنہ ، جو ابھی امکاں میں ہے

یہ امامانِ سیاست دل کو کر دیں گے خراب
جانے کیوں تو آج تک ان کے لبِ خنداں میں ہے

اہلِ مغرب بھی ہیں اس کی گمرہی پر شرم سار
ایسی بے دینی خدائی ملک پاکستاں میں ہے

وائے ہمدم ! میں نے اپنے جیب و داماں بھر لیے
اور تو اب بھی علاجِ تنگئ داماں میں ہے

مصر میں یوسف عزیزِ مصر بن کر چھا گئے
اور حاسد آنکھ اب تک وادئ کنعاں میں ہے

حال کچھ پوچھو نہ ہم سے جنتِ کشمیر کا
نصف تن ہے خاک و خوں میں،نصف گورستاں میں ہے

اک نیا دیں پیش کر ڈالا نظام الدین نے
آہ! امت اب بھی اس کی گردشِ پیچاں میں ہے

کہہ رہا ہے ذرۂ ناچیز بھی اس خاک کا
نور جو مجھ میں ہے کب وہ نیرِ تاباں میں ہے

نوٹ :- **نظام الدین** سے مراد ہر وہ مقام ہے،
جہاں بدعات و خرافات دین و مذہب بن چکے ہیں۔

تیسری اور آخری قسط

عروس البلاد ممبئ سے شہر فکر وفن دیوبند تک

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

نئ دہلی سے ہم اور رفیق سفر انصار احمد شتابدی ایکسپریس سے آرزوؤں کے شہر دیوبند تین بج کر بیس منٹ پر روانہ ہوئے میرٹھ کی حدود میں داخل ہوتے ہوتے ہر طرف رات کی سیاہ چادر پھیل چکی تھی تاریکیوں کے وحشتناک ماحول میں ٹرین پوری رفتار سے فاصلوں کو سمیٹتی ہوئی چھ بجے ہماری منزل پر پہونچ گئی۔

اب ہم اس سرزمین پر کھڑے تھے جس نے برصغیر میں ہی نہیں بلکہ پوری علمی تحقیقی ،ادبی اور تہذیبی دنیا پر شاندار تاریخ رقم کی ہے'، ملت اسلامیہ ہند کے علمی اور ایمانی سرمائے کی جس نے صدیوں سے نہ صرف حفاظت کی ہے'بلکہ اس دائرے میں بے پناہ وسعت بھی پیدا کی ہے، اٹھارہ سو ستاون عیسوی میں ہندوستان پر برطانوی سامراج جب قیامت بن کر ٹوٹا تھا اور ہندوستانیوں خصوصاً مسلم علماء وعوام کا خون پانی کی طرح بہ رہا تھا اسلام اور مسلمانوں کا وجود خطرے میں تھا یاس وناامیدی کے اس حوصلہ شکن اور ایمان سوز ماحول میں ایک بوریا نشین مرد قلندر مگر علم کا سمندر جو انگریزی سامراج کے خلاف سیف و سناں کی جھنکاروں میں سرفروشانہ کرداروں کے میدان کارزار میں سرگرم عمل تھا ملک کے فکری وایمانی تیوروں کو محسوس کیا اس کی نگاہیں مستقبل کے اس ماحول کو دیکھ رہی تھیں جس میں اسلام ایک اجنبی صورت میں نظر آرہا تھا ،اس کا شعور وقت کے اس پیغام کا ادراک کر رہا تھا جس میں حالیہ سرگرمیوں کی سمت بدل کر علمی حفاظت،کردار سازی اور فکر کی تربیت پر رہنمائی کی گئی تھی،اس الہامی آواز کے مطابق اٹھارہ سو چھیاسٹھ میں اس درویش نے

دیوبند کے دور افتادہ اور گمنام مقام پر علم کی شمع جلائی، اسلامی حفاظت کے اس تاریخ ساز عمل میں نہ ملک کے وسائل تھے نہ ہی کوئی مادی سہولیات، رہائش کا کوئی نظم تھا نہ ہی طعام وغیرہ کا کوئی انتظام، ہاں۔ مگر اس
کردار کی پشت پر اخلاص کا اثاثہ تھا،توکل علی اللہ کا سرمایہ تھا،تعلیمات اسلام کی صیانت کی فکر تھی،ملت اسلامیہ کی فکری ایمانی تہذیبی ورثے کی حفاظت کا جذبہ صادق تھا، انسانیت کے مذکورہ عناصر سوکھی ہوئی کھیتیوں میں ابر بہار بن کر اترے اور انہیں لہلہاتے ہوئے سبزہ زاروں میں تبدیل کر گئے۔علم کی اس شمع کی شعاعیں اس تیزی کے ساتھ ملک اور بیرون ملک میں پہونچیں،
اور اس کے نتیجے میں انسانی دنیا میں اس طرح اسلام کی روشنی پھیلی کہ لارڈ میکالے کے اس منصوبے کی آبادیاں ،،ہمارے نصاب کے نتیجے میں ہندوستان کا ہر فرد ظاہراً ہندستانی ھوگا مگر فکر و نظر کے لحاظ سے عیسائی ہوگا،، اس روشنی کی تیز شعاعوں کے آگے گرد بن کر ھوا میں تحلیل ہوگئیں۔ آیئے ادب سے اس علمی و فکری گلشن کے مالی ومعمار کا نام اپنی زبانوں سے ادا کرلیں جس کے تصور سے وجود کی کائنات میں اجالا ہوجاتاہے،جو جسم کے لحاظ سے نحیف و نزار اور علم و فضل دنیا میں آفتاب و ماہتاب، مزاج کے اعتبارسے درویش صفت اور عزم و ہمت اور جرات و شجاعت کے حوالے سے آہن فولاد۔۔۔۔۔۔۔۔
حجۃ الاسلام امام قاسم نانوتوی برد اللہ مزجعہ
ماحول میں سردی کے باعث اسٹیشن پر سناٹا تھا ایک رکشہ والا سامان لیکر باہر آیا اتنے میں چھوٹا بھائی معاذ احمد اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ حاضر ہوگیا یہ اس وقت دارالعلوم وقف میں دورہ حدیث کا طالب علم ہے' دہلی کی طرح یہاں بھی اب الیکٹرانک رکشوں کی بھرمار ہے' اسی رکشے سے دارالعلوم کے مہمان خانے آئے یہاں ہمارے

میزبان مولانا محمد عادل قاسمی صاحب جو وطن میں پڑوسی بھی ہیں'اور عزیز بھی ، منتظر تھے مولانا بڑے خلیق ملنسار اور بااخلاق ہیں' عمر میں راقم سے چھوٹے ہیں'اس کی وجہ سے اور اپنی فطری اخوت کی وجہ سے بہت قدر کرتے ہیں دارالعلوم سے فارغ ہونے کے جمعیتِ علماء کی زیر نگرانی سلاٹر ہاؤس کمپنی کے سپر وائزر ہیں'دیوبند میں ہی فیملی سے قیام پذیر ہیں'ان کے ساتھ دارالعلوم کے مہمان خانے میں داخل ہوئے اور ایک روم میں اقامت اختیار کرلی

فریش ہو کر نماز ادا کی مولانا عادل کے یہاں کھانا کھا کر مدنی گیٹ کی طرف سے اعظمی منزل کا نظارہ کرتے ہوئے دارالتحفیظ شیخ الاسلام منزل کا معائنہ کیا گیا طالب علمی کے دور کے تمام نظارے یادوں کے دوش پر تصور کی نگاہوں میں رقص کرنے لگے،شیخ الاسلام معروف بہ آسامی منزل کے عقبی حصے میں وسیع وعریض جدید مطبخ بھی دیکھا گیا پھر ٹہلتے ہوئے قیام گاہ پر آکر نیند کی آغوش میں چلے گئے

صبح فجر کی نمازکے وقت مولانا عادل قیام گاہ پر حاضر ہوگئے مسجد قدیم میں نماز پڑھ کر مفتی راشد اعظمی کے دولت کدے پر حاضر ہوئے زمانہ طالب علمی میں مفتی صاحب کی رہائش گاہ دارالحدیث کے داہنی طرف کمرہ نمبر پانچ کے بالکل عقب میں تھی اور اسی روم میں ہم بھی رہتے تھے فاصلے کی قربتوں اور فطری فیاضانہ مزاج کی وجہ سے اکثر ان کے دسترخوان پر حاضری ہوتی تھی خصوصاً جمعہ کے روز ناشتے پر ضرور بلاتے تھے دیوبند میں تمام ذاتی معاملات اسی در پر حل ہوتے تھے اس لحاظ سے ہمارا وجود حضرت کے احسان سے زیر بار ہے'،اب انھوں نے ذاتی مکان عید گاہ کے قریب بنوالیا ہے'یہ علاقہ کچھ عرصہ قبل بالکل ویران سا تھا اب تو اس کی آبادیاں مرکزی شہروں کی طرح اس انداز سے پھیلیں کہ تمام ویرانیاں آبادیوں کی کالونیوں میں بدل چکی ہیں ،کہرے کے دبیز بادلوں میں اور سرد یخ بستہ ہواؤں سے ٹکراتے

ہوئے در دولت پر حاضر ہوئے حضرت کا نیاز حاصل کیا انھوں نے خوشی کا اظہار کیا وہیں ناشتہ ہوا اور دوپہر کے کھانے کی بھی دعوت دے دی وہاں سے فارغ ہو کر اب ہماری منزل ممتاز عالم دین ، عظیم نقاد،اور شعری کائنات میں اقبالیاتی اسلوب کو استحکام عطا کرنے والے معروف شاعر مولانا فضیل احمد ناصری تھی مولانا کے ادارے معہد امام انور شاہ کی عمارت بالکل سامنے ہی تھی مگر کہرے کے پردوں کی وجہ سے نظر نہیں آرہی تھی۔تھوڑی دیر کے بعد مدرسہ میں داخل ہوئے مولانا گھر پر تھے فون سے اطلاع کی کچھ کے بعد تشریف لائے۔ملاقات ہوئی عرصہ سے ایک آرزو پوری ہوئی ،کہ اب تک تعلقات پاسبان علم و ادب اور ان کے بلند پایہ اشعار کے حوالے سے ہی تھے خوبصورت گول اور سفید چہرہ، بھرا ہوا متوازن جسم،پیشانی پر علم و فراست کی لکیریں، گفتگو انتہائی نرم،آواز میں ٹھہراؤ، سنجیدگی ومتانت پورے وجود سے عیاں۔بہت دیر تک خوشگوار ماحول میں مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں انھوں نے مدرسے کا ماہنامہ رسالہ محدث عصر ہم تینوں افراد کو عنایت کیا،پھر دعاؤں کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو کر دارالعلوم وقف حاضر ہوئے،ہندستان کے مرکزی اداروں میں اس کا بھی شمار ہے،1982 میں دارالعلوم دیوبند کے قضیہ نا مرضیہ کے نتیجے میں ملک کی شہرہ آفاق شخصیت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم نے دارالعلوم سے علحیدگی اختیار کر لی اور شہر والوں کے اصرار پر شہر سے باہر دارالعلوم وقف کی بنا رکھی۔

دارالعلوم وقف مولانا محمد سالم صاحب کے اہتمام میں ترقی کی راہوں تھا تو ضرور مگر بہت سست رفتار سے، ادھر دس بارہ سال کے عرصے میں اس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے،تعمیراتی لحاظ سے بھی اور تعلیمی اعتبار سے بھی،جدید قسم کی عالی شان عمارتیں پتہ دیتی ہیں کہ اب اس کا انتظام وانصرام کسی کے مضبوط ہاتھوں میں ہے مولانا عادل اور

معاذ احمد کی رہنمائی میں حجت الاسلام اکیڈمی میں داخل ہوئے اس کے سسٹم اصول و ضوابط سلیقہ مندی اور منہج تعلیم کو دیکھ کر طبیعت نہال ہوگئ چاروں طرف ہر موضوع پر کتابوں کے خزانے جدید سہولیات سے آراستہ اسٹڈیز سینٹر کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ عصری جامعات کی طرح یہاں بھی تحقیقات کی طرف پیش قدمی جاری ہے اس شعبہ میں تمام علوم پر تحقیق ہوتی ہے مخصوص طلبہ کا داخلہ ہوتاہے،اور پی ایچ ڈی کی طرح عنوان دے کر تفصیلی مقالہ لکھایا جاتا ہے۔

یہاں سے فارغ ہو کر مولانا شکیب صاحب کے یہاں گئے وہ ترکی کے لئے پابہ رکاب تھے انہوں نے طعام و قیام کے لیے بڑی محبت سے اصرار کیا مگر معذرت کی گئی اور دیگر عمارتوں کو بھی قریب سے دیکھا خاص طور سے مسجد جو زیر تعمیر ہے اور بہت بڑے رقبے پر محیط ہے حیرت کی نگاہوں سے دیکھا۔

اور الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے قیام گاہ کی طرف روانہ ہوگئے راستے میں دورویہ سجی ہوئی دکانوں

سے شاپنگ کی گئی اور بارہ بجے پھر مفتی راشد صاحب کے یہاں کھانے پر حاضر ہوئے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک گفتگو ہوئی بعد ازاں مصافحہ کرکے ان کی دعائیں لیکر رخصت ہوگئے راستے میں دارالعلوم کی مشہور شخصیت اور کتابوں کے کامیاب تاجر شمشیر بھائی کا فون آیا اپنے دولت کدے پر حاضری کا حکم دیا ،شمشیر بھائی دارالعلوم دیوبند سے ہی فارغ ہیں' مرنجا مرنج اور باغ وبہار طبیعت کے حامل،اعلی ظرف کے مالک،شوخ مزاج اور کھلے ذہن کے آدمی ہیں'،طلبہ کی رہنمائی ان کی معاشی یا دیگر ضروریات میں تعاون کے لئے ہر وقت کمر بستہ،

ملاقات ہوئی تو ان کی بے تکلفانہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ جسم کی طرح ان کے مزاج نے بھی حالات کے نشیب و فراز کا اثر قبول نہیں کیا ہے،وہی شوخی وہی

ظرافت،وہی سادگی اور وہی بے تکلفی۔۔
ملاقات میں انہوں نے رات کی دعوت کی،بہت دیر تک خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی ۔طبیعت تھک چکی تھی اس لیے وہاں سے قیام گاہ آئے تھوڑی دیر آرام کیا عصر کی نماز پڑھ کر دار جدید اور باب الظاہر سے ہوکر جدید لائبریری کی طرف گئے دارالعلوم کی تمام عمارتیں اپنی خوبصورتی دلآویزی اور وجاہت کے لحاظ سے بے نظیر ہیں'مگر زیرِ تعمیر لائبریری کی جاذبیت وجاہت،خوبصورتی اور حجم کے اعتبار سے حسن کا شاہکار نمونہ ہے سات منزلہ یہ عمارت پورے شہر کے اطراف سے نظر آتی ہے اس کی پہلی منزل پر دارالحدیث ہے'جس میں ساڑھے چار ہزار طلباء کی سیٹ ہے'دوسری منزل پر سیمینار ہال ہے'اس کے بعد کی تمام منزلیں لائبریری کے لئے خاص ہیں ،عمارت کی تمام دیواریں سفید اور گلابی سنگ مرمر سے ڈھکی ہوئی ہیں' باہر سے اس کا نقشہ اس انداز کا ہے'جیسے مغل کے زمانے کی کوئ شاہی عمارت۔
مغرب کی نماز جامع رشید میں رفقاء کے ہمراہ پڑھی،سفید سنگ مرمر سے تعمیر شدہ یہ مسجد حسن کا شاہکار ہے عمارت کے نقشے، بام و در کی لآویزی'اور گنبد و مینار کی دلکشی کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کی شاید ہی کوئی مسجد ہو جو اس کی ہمسری کا دعویٰ کرسکے،
دوسرے روز فجر کی نماز کے بعد رفیق سفر انصار بھائی کو لے کر مولانا عبد الخالق مدراسی نائب مہتمم دارالعلوم کے در دولت پر حاضر ہوئے انہوں نے شفقتوں سے ہمیں نہال کردیا اور فجر کے بعد سے دس بجے تک اپنی مرتب اور خوبصورت گفتگو سے محظوظ کرتے رہے اپنی زندگی کے احوال کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کے حالات سے بھی آگاہ کیا۔جدید لائبریری کے بارے میں بتایا کہ اس کی تعمیر کے لئے مولانا محمد منیب جون پوری کے واسطے سے کویت کے ایک وزیر کی رقم مخصوص تھی مگر

سابق مہتمم نے معذرت کر کے اس آفر کو واپس کر دی اور کہا کہ اب تک یہ ادارہ ہندوستان کے مسلمانوں سے چلا ہے'آئندہ بھی انہیں کے تعاون سے جاری رہے گا۔ مولانا کی اس یادگار محفل اور ان کی روح افزا مجلس کے بعد بہت سی دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوئے،دارالعلوم میں اس رومال کی زیارت کی جسے محسن کائنات کے کپڑوں سے مس ہونے کا شرف حاصل ہے جسے خلیفہ سلطان عبدالحمید ترکی نے عنایت کیا تھا،پھر کتب خانہ میں داخل ہوئے نایاب کتابوں کی زیارت کی،سلطان عالم گیر کے ہاتھوں کا لکھا ہوا قران بھی دیکھا وقت میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ اطمینان سے معائنہ کرتے اس لیے عجلت میں کتابوں کی میوزیم دیکھ کر نکل آئے اور سامان وغیرہ لے کر مولانا عادل رفیق درس مولانا رضی آزاد جون پوری سے ملکر سہارنپور روانہ ہوگئے ۔ساڑھے بارہ بجے سہارنپور پہونچے یہاں مفتی احکام قاسمی استاذ مظاہر علوم منتظر تھے ان کے یہاں دعوت تھی کھانے سے فارغ ہو کر دیگر اساتذہ مظاہر قدیم سے ملاقات کی پھر اپنے دوست کی معلومات کے لئے مظاہر جدید گئے باہر سے ہی انہیں مدرسہ دکھا کر مستقر پر آئے ۔

معہد الاسلامی مانک مئو۔

سہارنپور سٹی سے سات کلو میٹر کے فاصلے پر گنگوہ کی شاہراہ پر یہ مدرسہ واقع ہے ندوہ کا نصاب ہے'،عالی شان عمارتوں سے مزین بڑی پر فضا جگہ پر علم و ادب اور کردار سازی کی اہم خدمات انجام دے رہا ہے چاروں طرف سے پختہ عمارتیں ہیں'درمیان میں عالی شان مسجد ہے'یہاں کے بانی و مہتمم مولانا ناظم ندوی صاحب ہیں'،مولانا بڑے ذی علم قلم کار خوبصورت تحریر و تنظیمی صلاحیتوں کے حامل ہیں، انتہائی خلیق

منکسر المزاج، مہمان نواز، خرد نواز، پیکر شفقت ومحبت ہیں
ملاقات پہلی تھی، نیاز کا پہلا موقع تھا مگر ان کی محبتوں نے کہیں اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا،
مظاہر علوم کے مہمان خانے کے سامنے مولانا نے اپنی گاڑی بھیجی عصر سے پہلے مانک مئو پہونچ گئے نماز بعد مولانا محترم سے ملاقات ہوئی انہوں نے اس طرح مسرتوں کا اظہار کیا جیسے ہمارا وجود بھی قدر وقیمت رکھتا ہے۔مغرب کی امامت ان کے حکم سے کی اور انہیں کے حکم کی تعمیل میں طلباء سے گفتگو کر کے دعائیں بھی کیں،اس وقت طبیعت شدید شرمندگی اور مولانا کی خرد نوازی پر منفعل تھی۔ناشتہ وغیرہ کے بعد مدرسہ میں مولانا کے اساتذہ نے سیر کرائی،یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس ادارے کے تحت جہاں درجہ حفظ کی بیس کلاسیں عالمیت کے مختلف درجات،کے علاوہ اردو میڈیم سے بارہویں اور انگلش میڈیم سے ہائی اسکول بھی چلتا ہے، یہاں سے ایک ماہنامہ رسالہ حرا کا پیغام،، بھی نکلتا ہے جس میں معیاری مضامین شائع ہوتے ہیں'،ناچیز کے مضامین بھی اس میں کبھی کبھی شائع ہوتے ہیں،آٹھ بجے ہماری واپسی کی ٹرین تھی اس لئے اس مدرسے کو دیکھنے کے یہاں کے اساتذہ خصوصاً مولانا ناظم ندوی صاحب کے مشفقانہ سلوک کے بعد تشنگی کا شدت سے احساس ہوا۔

تو ملا ہے تو یہ احساس ہوا ہے' مجھ کو۔ یہ مری عمر محبت کے لئے تھوڑی ہے'۔

عشاء سے پہلے مولانا نے اپنی گاڑی سے ٹپری جنکشن جو وہاں سے آٹھ یا نو کلو میٹر ہے پہونچایا
دوبارہ ملاقات کی آرزؤں اور یادگار سوغات لیکر ہم وہاں سے رخصت ہوئے ساتھ میں مدرسے کے ایک استاذ بھی آئے ٹرین پر بٹھایا اور یوں بے شمار یادوں کے جھرمٹ میں ہری دوار ایکسپریس سے اپنے مستقل مستقر بمبئی کے لئے روانہ ہوگئے۔۔ **ختم شدہ**

جمہوریت کا پیغام جوانان ہند کے نام

بقلم :- مولانا شفیع اللہ اعظمی قاسمی

اے ہند کے باسیو!

اے ملک کے رکھوالو!

تم سے کیسے خطاب کروں تم تک کیسے اپنا دکھ درد پہنچاوں ، کیسے اپنا زخم تم کو دکھاؤں ، تم کون سی بات میرے بارے میں نہیں جانتے ہو ، پھر بھی تم مجھ سے انجان ہو ، میرے زخم پر تمہارا دل کیوں نہیں کڑھتا ہے تم کیوں مجھ سے انجان بنے پھر رہے ہو ، تمہارے وجود میں میرا وجود کیوں نہیں ، تمہارے ہی آباؤ اجداد نے تو مجھے ظالموں کے پنجرے سے آزاد کیا تھا،تمہارے ہی شہداء کے خون سے سر زمین ہند لالہ زار ہوئی تھی ،اور تم ہو کہ میری ردائے آبرو تار تار کئے جا رہے ۔

تمہارے آباؤ اجداد نے اس ملک کی خوشحالی اور ترقی کی خاطر اپنے خون اور پسینے سے میرے وجود کو سینچا تھا لیکن آزاد ہو کر بھی میں آزاد نہیں ،تمہاری بے شعوری سے میں چند لوگوں کے ہاتھوں بازیچہ اطفال بنی ہوئی ہوں ہر صوبہ ہر قصبہ ہر شہر اور ہر قریہ میں میں بدنام ہورہی ہوں ، تم میں سے ہی میری حفاظت کی قسم کھا کھا کر اپنے اپنے عہدوں اور منصبوں کو سنبھالتے ہیں سب سے زیادہ میری عزت وہی لوگ چند سکوں کے عوض بیچ کر میری بولیاں لگاتے ہیں، تم ہی چوروں کو رہبر بناتے ہو اور ایمانداروں کو چہار دیواری میں محصور کردیتے ہو ، مجھے تو ترقی خوشحالی امن و امان کے لئے لایا گیا تھا لیکن بے روزگاری فرقہ پرستی کرپشن دھاندلی دادا گیری

بے گناہوں کے قتل و خون اور بے قصوروں کے کال کوٹھری دیکھ کر میری روح زخمی ہے ، آج بھی سڑکوں پر بھوکے پیاسے بلکتے بچے دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے، میرا وجود تو سب کو اپنے دامن میں سمیٹ کر چلنے کے لئے بنا تھا

لیکن یہاں تو کچھ لوگ ہندو مسلم ، اونچ و نیچ بڑے چھوٹے کے خانے میں لوگوں کو بانٹ رہے ہیں اور اپنا ذاتی مفاد حاصل کر رہے ۔ سر راہ عصمتیں لٹ رہی ہیں، بچے غائب ہورہے ہیں ملک کے خزانے چور لوٹ رہے ہیں ۔

اے میرے جیالو!

مجھے پھر سے تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے، میرے وجود کو کرچی کرچی ہونے سے بچالو،مجھے تمہارے مضبوط ہاتھوں کا سہارا چاہئیے ،

نہ سمجھو گے تو مٹ جاوگے اے ہندوستان والو
تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں ۔

"سفر گل برگہ کا"

بقلم :- مفتی اظفر اعظمی قاسمی

دارالعلوم حیدرآباد میں آنے کے بعد یہاں ہماری ملاقات گل برگہ کے عبید اللہ بھائی سے ہوئی جو ہمارے ساتھ ہی افتاء کرنے کے لیے حیدرآباد آئے ہیں موصوف نے مظاہر العلوم سے فضیلت کی تعلیم مکمل کی ہے حیدرآباد میں یہ ہمارے دستر خوان کے بھی ساتھی بنے اور بقر عید کے بعد سے ہی اپنے گھر پے ہم کو لے جانے کے خواہش مند تھے مدرسے میں چھٹی کا ملنا بہت مشکل نظر آرہا تھا بہت غور کرنے کے بعد 26 جنوری کی چھٹی جو کہ جمعہ سے متصل ہوکر دو دن کی ہورہی تھی یہ طے پایا کہ اسی وقت چلنا ہے خیر !دن گزرتے رہے اور آتے آتے وہ دن بھی آیا کہ ہمارا 4 نفری قافلہ روانہ ہوا

"جس دن کا انتظار تھا وہ دن بھی آگیا"

24 جنوری جمعرات کی دوپہر ساڑھے تین بجے ہم لوگ دارالعلوم حیدرآباد سے روانہ ہوئے ہمارے ساتھ میزبان کے علاوہ ہمارے دوست شاعر خوش الحان بلال اعظمی متعلم تکمیل افتاء المعہد العالی حیدرآباد اور رفیق درس شعیب مہاراشٹری تھے

بلال اعظمی کو میزبان نے خاص طور پر آنے کی دعوت اس لیے بھی دی تھی کہ وہ ان کی آواز کے دلدادہ ہیں اور وہ یہ چاہ رہے تھے کہ گھر پر چل کر شعری مجلس لگائی جائے گی اس لیے مجھ سے بار بار پوچھتے رہے "کیا ہوا بلال بھائی سے کہہ دیے بلال بھائی کا کیا پروگرام ہے ان سے کہنا کہ اپنا مائک بھی ساتھ رکھیں گے "میں ان سے جواباً کہتا کہ ہاں سب تیاری مکمل ہے

رات 10 بجے کے قریب ہم گل برگہ کے شاہ آباد پہونچ گئے
عبید اللہ بھائی کے گھر پر ہمارا پر جوش استقبال ہوا ہم گھر کے مہمان خانے میں پہونچے تو ہر طرف خوشبوں نے بسیرا کر رکھا تھا عود کی لکڑی الیکٹرانک مشین کے ذریعے جلا کر پورے گھر کی فضا معطر کی گئی تھی
مہمان خانے کی دیواروں پر فریم کیے ہوئے اشعار اور انمول باتیں بھی آویزاں تھیں مثلا ایک شعر یہ ہے

وقت طلوع دیکھا وقت غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

میرے استفسار پر ان کے بھائی نے بتایا کہ یہ سارے فریم حکیم کلیم اللہ صاحب علی گڑھ آتے ہیں تو لے کر آتے ہیں اور ان کو یہاں لگا دیا جاتا ہے
عبید اللہ بھائی کے والد صاحب نہایت شریف النفس اور متواضع عالم دوست انسان ہیں اور اسی وجہ سے ان کا گھر علماء اور بزرگوں کی آمد و رفت سے جگمگا رہا ہے
عبید اللہ بھائی کے نانا مرحوم شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی کے خلیفہ تھے
اور انہوں نے گھر گھرانے کی بہترین تربیت کی اور گھر کے ہر فرد کو دینی رنگ میں رنگ دیا
عبید اللہ بھائی صبح میں ہم کو اپنے کھیت میں بھی لے گئے جہاں گنے ارہر اور جوار سے پورا کھیت سرسبز وشاداب تھا ہماری فرمائش پر گنے بھی پیش کیے گئے اور پھر یہاں سے ہم پتھروں کی کان دیکھنے گئے قدرت کا یہ عجیب و دلکش منظر دیکھ کر ہم ورطہ حیرت میں تھے اور دل بے اختیار کہہ رہا تھا ربنا ماخلقت ہذا باطلا
زمین کے اندر پتھروں کی چادریں بچھی تھیں جنہیں مشینوں کے ذریعے کاٹ کاٹ کر نکالا جا رہا تھا

پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ ان کے نانا کی ہی ملکیت ہے

یہ سب خوشنما مناظر دیکھ کر لوٹے تو دستر خوان پر انواع واقسام کے لذیذ کھانے گرماگرم پراٹھے رکھے ہوئے تھے اور ہم نے شکم سیری حاصل کی پروگرام تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد گل برگہ کی مشہور درگاہ "خواجہ بندہ نواز"چلنا ہے لہذا نماز سے فارغ ہوتے ہی ہم وہاں کے لیے روانہ ہوگئے

یہاں کی یہ درگاہ بہت بڑے رقبے پر مشتمل ہے یوں تو مزاروں اور درگاہوں پر سوائے خرافات اور شرکیہ اعمال کے کچھ دیکھنے کو نہیں ہوتا مگر یہاں پر ہم نے اس کے علاوہ ایک کتب خانہ دیکھا جس میں بہت سی کتابوں کے ساتھ ساتھ ایک 200 سال پرانا ریشم کے کپڑے پر لکھا ہوا قرآن شریف بھی ہے

وہاں کے ملازم نے ہمیں بتایا کہ اس کی آیات پر ریڈیم ہے اور اسے رات میں پڑھنے کے لیے کسی لائٹ کی ضرورت نہیں اس پر فارسی اور اردو کے ترجمے ساتھ ساتھ حاشیہ پر تفسیر عزیزی بھی ہے

اور ایک قرآن شریف الفیہ ہے جس کی ہر لائن الف سے شروع ہوتی ہے
قبروں پر سجدہ کرتے لوگوں کو دیکھ کر اپنے ایمان کی حفاظت کی دعا کرتے ہوئے ہم یہاں سے واپس ہوئے
عصر کے بعد یہاں کے مشہور مہاراجہ ہوٹل میں "کسیری" پی گئی جسے میں نے سفید چائے کہا اور پھر ہم گھر آئے یہاں عبید اللہ بھائی کی والدہ اور بڑی امی بلال بھائی کے

اشعار سننے کے لیے منتظر تھیں کھانے اور نماز سے فارغ ہوئے تو شعری مجلس لگی اور بلال بھائی نے اپنی جادوئی آواز سے سب کے دلوں کو موہ لیا مائک ہونے کی وجہ سے گھر کی خواتین نے بھی پردے کے پیچھے سے اس شعری مجلس میں شرکت کی حمد ونعت اور غزل پر مشتمل یہ محفل رات 12 بجے تک چلتی رہی اور بلال بھائی انعام سے بھی نوازے گئے

صبح 6 بج کر 20 منٹ پر واپسی کی ٹرین کا وقت تھا اس لیے ساڑھے 5 کا الارم لگا کر سو گئے صبح فجر کی نماز گھر پر ہی پڑھ کر ہم واپس ہوگئے اور اس طرح گل بر گہ- جس نام بدلا جاچکا ہے اور اب اس کا نام کل بر گی ہے - کا یہ سفر اپنے اختتام کو پہونچا



200 سال پرانا ریشم کے کپڑے پر لکھا ہوا قرآن شریف لکھی ہے، اس کی آیات پر ریڈیم ہے اور اسے رات میں پڑھنے کے لیے کسی لائٹ کی ضرورت نہیں اس پر فارسی اور اردو کے ترجمے ساتھ ساتھ حاشیہ پر تفسیر عزیزی لکھی ہے

یہ قرآن شریف الفیہ ہے جس کی ہر لائن الف سے شروع ہوتی ہے



،، تحویل قبلہ ،،

بقلم :- مولانا از عبدالقادر فیضان باقوی بھٹکلی کرناٹکی

الحمدللہ؛والصلوۃوالسلام علی رسول اللہ؛وعلی من والاہ ۔

1) تغییرِ قبلہ کی آیت کریمہ نماز ظہر میں دورکعتیں ادا کی جانے کے بعد مسجد سلمہ میں جو مسجد قبلتین سے مشہور ہے؛مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ۔

2) تحویل قبلہ کے بعد کامل(پوری)نماز نمازِ عصر ادا کی گئی ۔

3) بیت المقدس سے بیت الحرام کی طرف قبلہ کو تحویل(تبدیل)کئے جانے کا واقعہ اسلام میں ایک عظیم واقعہ ہے؛جسکا تذکرہ قرآن کریم،سنت مطہرہ اور سیَر کی کتابوں میں قدرے تفصیل کے ساتھ درج ہے

4) مسلمانوں کا پہلا قبلہ خانہ کعبہ ہی تھا،پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (ہجرت کے ابتدائی ایام میں)بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا،آپ علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ کرام نے سولہ یاسترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا کیں،اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر یہ تمنا رہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ(دوبارہ)ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا قبلہ خانہ کعبہ ہو،اسکے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں(مبارک)ہاتھوں کو اٹھاکر اللہ عزوجل

کی بے انتہاعطا کرنے والی بارگاہ میں دعا تضرع اور ابتہال فرماتے اور بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے رہے،اللہ عزوجل نے آپ کی اشتیاق بھری نظروں کو بار بار سوئے سماء اٹھانے کی منظر کشی یوں کی ہے:

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا،فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ،وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔
یقینا ہم تیرا چہرہ(منہ)آسمان کی طرف باربار اٹھنا دیکھ رہے ہیں،سوہم تجھے تیری مرضی کے قبلہ کی طرف پلٹاتے ہیں،پس تو اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی جانب پلٹا،اور جہاں کہیں تم ہوں(رہووہاں)اپنے چہروں کو اسکی طرف پھیرو۔{سورہ بقرہ،144}

5) جب اللہ جل ذکرہ نے تحویل قبلہ کا حکم نازل فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ ظہر خطبہ دیکر مسلمانوں کو یہ بات بتائی،جیسا کہ ابوسعید معلی سے روایت کردہ نسائی کی حدیث میں آیا ہے۔

تحویل قبلہ کے ساتھ مسلمانوں کا اپنی اپنی جگہوں کو تبدیل کرنا۔

6) امیر المؤمنین فی الحدیث علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:اور تحول(ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف جانے)کی کیفیت کے بیان کا واقعہ حضرت سویلہ بنت اسلم رضی اللہ عنھا کی حدیث میں واقع ہے جسکوابوحاتم نے روایت کی ہے،اس حدیث میں آپ رضی اللہ عنھا کہتی ہیں:عورتیں مردوں کی جگہ میں آئیں اور مرد عورتوں کی جگہ میں،پھر ہم نے باقی دو سجدے(رکعتیں)مسجد حرام کی طرف رخ کرکے ادا کیں۔

حافظ علامہ ابن حجر اسکی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ امام مسجد کے اگلے حصہ سے نکلکر پچھلے حصہ کی طرف آیا، اسلئے کہ جو شخص کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتا ہو اسکی پُشت بیت المقدس کی طرف ہوتی ہے، امام اگر اپنی جگہ میں رہتے ہوئے ہی گھومتا تو اسکے پیچھے لوگوں کو صف بنانے کی جگہ نہیں رہتی، اور جب امام اپنی جگہ سے ہٹا تو مرد اپنی جگہ سے ہٹکر امام کے پیچھے ہوگئے، اور عورتیں (اپنی جگہ سے نکلکر) مردوں کے پیچھے ہوگئیں، لیکن ایسی صورتمیں حالت نماز میں عمل کثیر کا صدرور ہوتا، (کہ جس سے نماز باطل ہوتی ہے، ایسے میں اسکا جواب کیا ہے؟)
کہتے ہیں: تب اس بات کا احتمال ہے کہ یہ واقعہ نماز میں عملِ کثیر پر باطل ہونے کی حرمت آنے سے قبل ہو، جیسا کہ یہ واقعہ نماز میں بات کرنا حرام ہونے سے قبل والا ہے، (ایسے میں کوئی اعتراض نہیں،) اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مصلحت کی بنا پر مذکورہ عمل کثیر کو معاف کیا گیا ہو، یا لوگوں نے جگہ بدلتے وقت مسلسل قدم نہیں ڈالے ہوں، بلکہ الگ الگ۔ (یعنی ایک قدم چلنے کے بعد تھوڑی دیر کیلئے رکے ہوں، پھر دوسرا قدم ڈالے ہوں، پھر تیسرا، ایسے میں مصلی سے لگاتار حرکات ثلثہ کا صدور نہیں ہوگا، اور نماز نہیں ٹوٹے گی۔)
واللہ اعلم، فتح الباری، مراجع کتب "ابن کثیر کی "البدایہ والنھایہ "ابن حجر کی "فتح الباری "اور شرح مسلم۔

علی بن برھان الدین حلبی رحمہ اللہ اپنی کتاب "سیرۃ الحلبیہ" میں رقمطراز ہیں: قبلہ کی تحویل ماہِ رجب سنہ ہجری "دو" میں عمل میں آئی، ایک قول میں "نصف شعبان "میں، اور اسی قول پر جمہور اعظم (زیادہ علماء) ہیں، اور ایک قول میں جمادی الآخرہ میں،

کہا گیا: کہ (ہجرت کے بعد) مدینہ منورہ میں سولہ ماہ، ایک قول میں سترہ، اور ایک قول میں چوبیس ماہ تک بیت المقدس (کی صخرہ: چٹان) کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی گئی، ایک اور قول میں انکے علاوہ بھی اقوال ہیں، (لیکن چوبیس ماہ اور دوسرے اقوال ضعیف ہیں،)

یہ بات گزرچکی کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس کی طرف پندرہ ماہ تک رخ کرکے نماز ادا کرنے کے بعد (یہ حلبی کے الفاظ ہیں، ورنہ صحیح قول کے مطابق سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے،) اپنی مسجد (نبوی) میں کعبہ کی طرف رخ کرکے کامل نماز ادا فرمائی،

تحویل قبلہ کا حکم کس نماز میں ہوا؟

اکثر علمائے عظام اس بات پر ہیں کہ تحویل قبلہ نماز ظہر میں ہوئی، (یعنی ظہر کی دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد،) اور ایک قول میں نماز عصر میں، یعنی تحویل قبلہ کے بعد جو مکمل نماز کعبہ شریفہ کی طرف رخ کر کے ادا کی گئی وہ عصر ہے،

بخاری و مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کعبہ کی طرف رخ کرکے اداکردہ پہلی نماز نمازِ عصر ہے

کہا جاتا ہے: ان دونوں قول کے درمیان کوئی تضاد نہیں، یہ بات جائز ہونے کی وجہ سے کہ اس سے مراد کعبہ کی طرف رخ کرکے جو کامل نماز ادا کی گئی ہو؛ وہ نماز عصر ہی ہو، اسلئے کہ نماز ظہر کی آدھی نماز بیت المقدس کی طرف اور (بعد والی) آدھی نماز کعبہ کی طرف رخ کرکے ادا کی گئی تھی، پھر میں نے ابن حجر (کی تحریر) کو دیکھا کہ

انہوں نے ایسا ہی کہا ہے،جہاں انہوں نے کہا: تحقیق یہی ہے کہ مسجد نبوی میں پہلی اداکردہ نماز نماز عصر ہی ہے،یا یہ کہ تحویل قبلہ عصر میں انصار(جو بنو حارثہ ہیں)کی ایک دوسری جگہ میں ہوئی تھی،ایک اور قول میں نماز صبح میں،لیکن اس قول کو(مسجد)قُبا پر محمول کیا جایئگا،اسلئے کہ اہلیانِ قبا کو اسکی خبر اسی(صبح کے)وقت حاصل ہوئی تھی،جیسا کہ آیئگا۔

تبدیلِ قبلہ کی آخر وجہ کیا تھی؟

اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات پسند فرماتے تھے کہ آپ کا قبلہ "کعبہ"ہو،خصوصا اسوقت جب یہود کی یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی: کہ محمد(آپ پر اللہ تعالی صلوات وتسلیمات ہوں،)ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی اتباع کرتے ہیں،ان(اللہ کی لعنت انپر ہو،)کے الفاظ یہ ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں سے کہا:اگر ہم ہدایت پر نہ ہوتے تو تم ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز نہیں پڑھتے،تم اسمیں ہماری اتباع کرتے ہو،

اور اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ 《رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم واسماعیل علیھما الصلوت والتسلیم کی موافقت کی محبت میں اور یہود(کے قبلہ)کی موافقت اور کفارِ قریش کا مسلمانوں کو طعنہ دینے کو ناپسند کرتے ہوئے کہ:تم ابراہیم کے قبلہ کو چھوڑ کر یہود کے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہو؛پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ ہم ابراہیم کے دین پر ہیں؟ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت معلوم ہوئی اور جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والسلام کو سنائ تو انہوں نے کہا:میں اس سلسلہ میں کچھ نہیں کرسکتا،آپ اللہ(سبحانہ وتعالی)سے دعا فرماییے،حدیث طویل ہے،

تو اسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید خواہش پر قبلہ کی تحویل کی گئ اور اللہ سبحانہ وتعالی نے آیت کریمہ نازل فرمانے کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔

مسجد قبلتین کی توجیہ

مسجد بنی سلمہ کو "مسجد قبلتین "کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مسجد میں ایک ہی نماز کو یکساتھ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی گئ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر پڑھارہے تھے کہ جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والسلام حکمِ تحویلِ قبلہ لیکر بارگاہِ رسالتمآب میں تشریف لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالتمیں کعبہ کی طرف استقبال کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نماز پڑھائی،!!!

پھر حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ظہر ادا کرچکے تھے نکل گئے اور انکا گزر انصار کی ایک قوم(قبیلہ)پر سے اس حال میں ہوا کہ وہ نماز عصر میں حالتِ رکوع میں تھے،کہنے لگے:میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے گھر؛یعنی کعبہ کی طرف رخ کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ہے،پھر یہ بات اہل قبا کو دوسرے دن کی نماز صبح میں اسوقت پہونچی جب وہ ایک رکعت ادا کرکے(دوسری رکعت کے)رکوع میں تھے،تب ایک آواز لگانے والے نے منادی کردی:سنو!قبلہ کو کعبہ کی طرف تحویل کیا گیا ہے،سو وہ اسکی طرف گھومے۔

یہود کا مسلمانوں کے خلاف حسد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب(یہود)کے تعلق سے فرمایا: 《وہ ہم پر اس حد تک کسی چیز میں حسد نہیں کرتے جس حد تک ہم پر یوم جمعہ کی وجہ سے کرتے ہیں؛کہ جسکو اللہ نے ہمارے لئے ہدایت بنایا اور وہ اس سے گمراہ ہوئے،(یہ جہنمی یہود جمعہ مبارکہ کو "بلیک فرائدے کہتے ہیں،اللہ کی لعنت انپر ہو،)اور اس قبلہ پر جسکو اللہ(جل مجدہ)نے ہمارے لئے ہدایت؛اور انکے لئے گمراہ(کا سامان)بنایا،اور ہمارا امام کے پیچھے آمین کہنے پر》 ۔{اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں صفحہ نمبر 134،135 / ج،6،میں روایت کی ہے ۔}

قرآن میں سب سے پہلا حکم منسوخ قبلہ ہی کا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کہتے ہیں:

《قرآن کا جو حکم پہلے منسوخ ہوا وہ قبلہ ہے 》 ۔{نسائی }!!!!!

اسی وجہ سے اللہ جل ذکرہ نے اسکو قرآن مجید میں تاکیداًاور تقریرًاتین مرتبہ کہا، رَوَلِّ وَجْھکَ شَطْرَالْمَسْجِدِالْحَرَام،وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْاوُجُوْھَکُمْ شَطْرَہ،::پس تو اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف پھیر،(گھما،)اور جہاں کہیں(بھی)تم ہوں تو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف گھماؤ بس،البقرہ،144،}!!!

دوسری مرتبہ اپنے اس قول کے ذریعہ: ون حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام،وانہ للحق من ربک،وما اللہ بغافل عما تعملون :اور جہاں سے تو نکلے وہاں سے

اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف پلٹا،اور بیشک تیرے رب کی جانب سے یہ حق ہے،اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے {سورہ بقرہ آیت 149،}!!!اور تیسری مرتبہ یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام،وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ الاالذین ظلموا منھم::اور جہاں کہیں سے بھی تو نکلے تو اپنے چہرہ کو مسجد حرام کی طرف پلٹالے،اور جہاں کہیں بھی تم(لوگ)ہوں تو اپنے چہروں کو اسکی جانب پلٹاؤ،تاکہ لوگوں کیلئے(پاس)تمہارے خلاف کوئی دلیل نہ رہے ،بجز انمیں سے ظالموں کے {سورہ بقرہ،آیت،150،}

از عبدالقادر فیضان بن اسماعیل باقوی جامعہ آبادی بھٹکلی کرناٹکی،امام وخطیب ابوظبی متحدہ عرب امارات ۔

نکاح کو آسان بنائیں، ٹینشن فری ہوجائیں

بقلم :- مولانا محمد انور داؤدی قاسمی ایڈیٹر "روشنی" اعظم گڈھ

آج میری تحریر کا عنوان ” شادی بیاہ “ ہے میں نے اپنی مکمل تحریر کو درج ذیل عنوان میں تقسیم کیا ہے :

* تمہید *
جس میں مغربی تہذیب و کلچر اور اس کے برے اثرات کا تذکرہ ہے

* نکاح کے فوائد اور زنا کے نقصانات *

* نکاح کا مستحب وقت اور شادی کی صحیح عمر *

* نکاح کے لئے کیا کیا باتیں ضروری ہیں *

* شادی بیاہ کی اپنی ایجاد کردہ رسمیں اور پریشان معاشرہ مسلم *

تمہید:
مغربی تہذیب و کلچر میں بھرپور آزادی ہے ہر مرد و عورت اپنی زندگی میں آزاد ہے جیسے چاہے رہے ، کھائے پیئے ناچے گائے جس سے چاہے شادی کرے یا بغیر شادی

کے کسی سے تعلق بنائے کوئی روک ٹوک نہیں ہے لیکن مشرق تہذیب و تمدن میں بہت فرق ہے یہاں ہر گھر خاندان اپنا ایک وجود اور شناخت رکھتا ہے ، لیکن زمانے کی ترقی اور فیشن کے دور حاضر میں مغربی تہذیب و تمدن مشرقی بود و باش پر بھر پور اثر انداز ہوئی ہے۔

جس طرح ٹیکنالوجی تعلیم اور رہائش وغیرہ میں مغرب کی تقلید عام ہوئی اسی طرح بے حیائی اور فحاشی بھی داخل ہو گئی،
تعلیم بڑھی لیکن اخلاق رخصت ہونے لگا، انسانی ترقی ضرور ہوئی لیکن فکری بلندی تیزی سے زوال پذیر ہونے لگی، ایسے ماحول و حالات میں مسلم معاشرہ بھی اپنی امتیازی تہذیب و شناخت اور انفرادی قدر و قیمت بچانے میں ناکام ہوتا نظر آرہا ہے۔

بے حیائی کے اسباب

آج مردو عورت کا بے محابا اسکولوں، کالجوں، بازاروں، اور عام شاہراہوں وہوٹلوں اور پارکوں میں آنا جانا، پیار ومحبت کا اظہار کرنا، ہنسی مذاق کرنا، جسمانی تعلق قائم کرنا جس سے عزت و شرافت ، عزت نفس اور پاکدامنی مجروح ہوتی ہے اسے اظہار آزادی رائے حقوق انسانی اور آزادئ نسواں کا نام دے دیا گیا۔
چست، باریک، کم اور چھوٹے کپڑے جس سے جسم کی نمائش ہو چھپی رہنی والی چیز اوپن ہو اسے فیشن اور ترقی کا نام دے دیا گیا۔
ٹی وی ، موبائل پر ناچ گانے، فحش تصاویر، گندی ویڈیو ،
مخرب اخلاق سیریل و کہانیاں جس سے بے حیائی اور فحاشی کو بڑھاوا ملے اسے ثقافت

اور ٹیلنٹ کا نام دے دیا گیا،
غیر قوموں میں یہ سب باتیں کوئی نئی نہیں ہیں لیکن مسلم قوم جو اللہ پر اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہے جس کے سامنے فکر آخرت اور قیامت کے دن حساب و کتاب کا تصور ہو وہ اگر ایسی بیہودہ باتوں میں ملوث ہو تو یقیناً مسلم معاشرہ کے لئے خطرناک صورتحال ہے ، اور اب تو غیر مسلم لڑکوں سے نہ صرف تعلقات بلکہ گھر سے فرار ہو کر ان سے شادیاں بھی ہونے لگیں ہیں حتیٰ کہ اپنا مذہب (دھرم) بھی بدل دیا جاتا ہے۔
برائی ، بے حیائی اور ارتداد کی وجہیں الگ ہوسکتی ہیں لیکن ایک وجہ اور ہے جس کی طرف ہماری توجہ نہیں ہوپاتی اور یہ وجہ کسی کی سازش بھی نہیں ہے بلکہ خود مسلم معاشرہ کی سوچ اور پیداوار ہے، اور وہ ہے شادی بیاہ کی بے جا رسمیں

زنا کے نقصانات

فطری طور پر انسانی آبادی بڑھانے اور جنسی خواہش کی تکمیل کے دو ہی راستے ہیں ایک زنا (ریپ) دوسرا نکاح (میرج)
ان دونوں میں سے زنا کی نہ صرف اسلام بلکہ سارے مذاہب مذمت کرتے ہیں بلکہ عمومی طور پر کوئی قوم اس طریقے کو پسند نہیں کرتی (یہ الگ بات ہے کہ عقل پر پردہ پڑ جائے)
زنا سے جنسی تسکین ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ خارش اور کھجلی والے مریض کی طرح ہے جو ایک بار کھجلانے کے بعد بار بار کھجلانے میں لذت پاتا ہے بالآخر درد ، تڑپ اور جلن بڑھ جاتی ہے، اسی طرح ایک بار زنا کی دلدل میں گرنے کے بعد جنسی خواہش

حیوانوں کی طرح بھڑک جاتی ہے ، زنا سے ایک خاندان اور ایک فیملی کا تصور و اختصاص ختم ہوجائے گا، ماں، بیٹی اور بہن کا مقدس رشتہ مجروح ہوجائے گا، نسب غیر محفوظ ہوجائے گا، اسی طرح پیدا ہونے والی اولاد کی نہ تربیت ہوپائے گی اور نہ حقوق ادا ہوپائیں گے، نتیجتاً معاشرہ بے حیائی کا شکار ہوجائے گا ، لوٹ مار اور فساد فی الارض کی وجہ سے امن وسکون غارت ہوجائے گا۔

آپ ان ممالک کے اعداد و شمار نکال سکتے ہیں جہاں ریپ یا شادی سے قبل رضا مندانہ جسمانی تعلق کا ماحول ہے وہاں طلاق کی شرحیں زیادہ ہیں، سکون خانہ تباہ ہے ایک خاص فیملی اور مخصوص خاندان کا تصور ختم ہے بلکہ پورا معاشرہ الجھنوں کا شکار ہے۔

قرآن میں صاف صاف زنا کی مذمت آئی ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَاءَ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل، ۳۲)

اور زنا کے قریب مت جاؤ وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔

اسی لئے اسلام نے معاشرے کو فساد اور بگاڑ سے بچانے کے لئے اور عفت و عزت کی حفاظت کے لئے زنا کی سزا بہت سخت رکھی ہے کہ اگر ثبوت مل جائیں تو غیر شادی شدہ کو سو کوڑے اور شادی شدہ کو پتھر سے مار مار کر ختم کردیا جائے ۔

اللہ کے رسول نے فرمایا: "زانی کی دعا قبول نہیں ہوتی" (طبرانی)

بخاری شریف میں ہے

: زانی مرد و عورت کی شرمگاہوں سے پیپ بہے گی اور زنا سے نہایت سخت بدبو اٹھے گی جس سے جہنم والے بھی چیخ اٹھیں گے

(تفصیل کے لئے دیکھئے ''نوجوان تباہی کے دہانے پر'')

یہ تو آخرت کا عذاب ہے ، دنیا میں بھی اس کے نقصانات کم نہیں ہیں جب کہ سائنس کی روشنی میں صحت کو مہلک بیماریاں گھیر لیتی ہیں ، ایک دوسرے کی بیماریاں ایک دوسرے میں منتقل ہوجاتی ہیں، دنیا میں قتل اور خون خرابہ کی ایک بڑی وجہ زنا (ریپ) ہے، زنا میں ملوث افراد کے اندر غم و فکر اور خوف بھر جاتا ہے، عمر کم ہوجاتی ہے ، غربت اور فقر پیدا ہوتا ہے ، وغیرہ وغیرہ۔
مرنے کے بعد آخرت میں بھی بڑا سخت عذاب دیا جائے گا ، پھر مردوں کا مردوں سے عورتوں کا عورتوں سے جسمانی تعلق قائم کرنا زنا سے زیادہ سخت گناہ ہے،
معلوم ہوا کہ نکاح سب سے اچھا اور قابل تقلید راستہ ہے اور تمام مذاہب اپنی اپنی رسم کے اعتبار سے عموماً اسی طریقے پر چل رہے ہیں۔

* نکاح اور شادی کا مقصد ذہن *
میں رکھیں ، کہ اس سے انسانوں کی پیدائش کے ساتھ ساتھ بدنگاہی، اور شرمگاہ کی حفاظت ہے تاکہ حرام کاری ناجائز تعلقات اور ریپ جیسے فاسد خیالات و واقعات کو روکنے میں مدد ملے اسی لئے اسلام نے نکاح کو سب سے آسان انداز میں پیش کیا ہے نکاح پر خوب ابھارا ہے یہاں تک کہ اسے عبادت کا درجہ دیا ہے

چنانچہ حدیث شریف میں ہے : اَرۡبَعٌ مِّنۡ سُنَنِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اَلۡحَیَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاکُ وَا لنِّکَاحُ
(ترمذی: ۱۰۶۳)
چار باتیں بڑے نبیوں کی سنتیں ہیں : (۱) شرم یعنی لحاظ کرنا (۲) خوشبو لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) اور نکاح کرنا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے : النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی
(ابن ماجہ)

اور نکاح میری سنت ہے جو شخص میری سنت پر عمل نہیں کرتا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے ۔
ایک حدیث میں نکاِح کو نصف دین قرار دیا گیا ہے ارشاد ہے :
اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ کَمَّلَ نِصْفَ الدِّیْنِ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ فِی النِّصْفِ الدِّیْنِ

*(شعب الایمان،5486/ *

یعنی جب بندہ نکاح کرلیتا ہے تو یقیناًوہ اپنے آدھے دین کو مکمل کرلیتا ہے لہٰذا باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرا کرے۔
نکاح اور شادی سے واقعی دل کا سکون حاصل ہوتا ہے اور اسی سے معاشرے کو بگاڑ کو بآسانی قابو میں رکھا جاسکتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نفس کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ایک محل کی تعیین ہوجاتی ہے (ادھر ادھر منھ مارنے کے راستے بند ہوجاتے ہیں)
اولاد کی صحیح پرورش ہوتی ہے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی فکر دامن گیر ہوتی ہے، بلکہ بعض حالات میں نکاح ضروری ہوجاتا ہے ،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ : ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی جب کہ ہم نوجوان تھے اور کسی چیز پر قادر نہیں تھے تو نبی کریم ﷺ

نے نوجوانوں سے خطاب فرمایا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَ ۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ فَاِنَّہٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ

*

(بخاری 4874 /، ترمذی 1064)

اے نوجوانوں کی جماعت! جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور نکاح کرلے اس لئے کہ نکاح بد نگاہی اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے ۔

نکاح کا مستحب وقت اور صحیح عمر کیا ہے ؟

:

نکاح انسانی ضرورت ہے اور قاعدہ ہے کہ جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں وہ عام ہوتی ہیں شریعت میں نکاح کا کوئی خاص دن، وقت یامہینے کی کوئی فضیلت نہیں ہے ، البتہ مفتی سلمان صاحب منصور پوری نے شادی کے لئے بہترین دن جمعہ کا لکھا ہے۔

*(کتاب النوازل: ج 8 / *

پہلے شوال میں نکاح کو منحوس سمجھا جاتا تھا لیکن حضرت عائشہ کا نکاح اور رخصتی شوال میں ہوئی اس کی ایک وجہ جاہلیت کے اسی تصور کو ختم کرنا تھا۔

کچھ لوگ آج بھی محرم میں نکاح کو اچھا نہیں سمجھتے یہ بھی غلط ہے۔

*نکاح کس عمر میں *

کیا جائے اسلام میں اس کی کوئی تعیین و تحدید نہیں ہے البتہ افراط و تفریط ہر جگہ ناپسند ہے۔

البتہ کچھ لوگ شوق اور لاڈ میں کم عمری میں ہی شادی کر دیتے ہیں جبکہ دولہا اور دلہن کو کچھ تمیز نہیں ہوتی ایک دوسرے کے حقوق سے ناواقف ہوتے ہیں اس کے علاوہ ڈاکٹری اعتبار سے بھی نقصان دہ ہے کیونکہ کم عمری میں ابھی اعضا میں پختگی نہیں ہونے پاتی شوہر کے قابل نہیں ہوتی ہیں

مفتی محمد زید صاحب مظاہری، ندوی نے مولانا اشرف علی تھانوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ
" اگلے زمانہ کے لوگ بڑے قوی ہوتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی شادی سن نمو ختم
ہونے کے بعد ہوتی تھی (یعنی جب ان کے بدن میں پوری جوانی، کمال پختگی ہو جاتی تھی) اسی وجہ سے ان کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں۔"

(اسلامی شادی ۱۱۸)

آج کل تاخیر سے شادی کا رواج ہو گیا ہے اس کی کئی وجہیں ہیں جیسے
لڑکی یا لڑکا کی ابھی پڑھائی چل رہی ہے
مناسب رشتہ نہیں مل رہا ہے
پہلے گھر بنوانا ہے
ابو اگلے سفر میں آئیں گے تب شادی ہو گی
یا شادی کرنے کے پیسے نہیں ہیں
ابھی لڑکا اپنے پیر پر کھڑا نہیں ہوا ہے

اسی چکر میں دونوں کی عمریں زیادہ ہوجاتی ہیں 25/24 سال تو اب عام ہونے لگا یہ رواج بھی غلط ہوگیا ہے۔
اسلامی شریعت ، اسلامی فطرت کے عین مطابق ہے انسانی تقاضے کو خوب سمجھتی ہے، اگر چہ شریعت میں شادی کی عمر کی کوئی تعیین نہیں ہے لیکن شریعت کی مختلف تنبیہ وعظ اور مقاصد شادی کے بیان سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی نے بالغ ہونے کے فوراً بعد نکاح کو پسند کیا ہے۔
ارشاد ہے
: وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح

*(نساء : آیت 6 / *

اور تم یتیموں کو آزمالیا کرو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں،
یہ آیت تو بالکل صاف ہے کہ نکاح کا پسندیدہ زمانہ بلوغ کے بعد کا ہے (اصلاح القلوب)
اسی طرح ایک حدیث میں ہے : قال رسول اللہ ﷺ من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ، فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب انما فانما امہ علی ابیہ

(مشکوۃ:3138)

معلوم ہوا کہ بالغ ہونے کے بعد شادی میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے ہاں کوئی معقول عذر ہو تو الگ بات ہے ، لڑکی کی بلوغ کی کوئی مدت متعین نہیں مگر نو برس سے پہلے

بالغ نہیں ہو سکتی اور پندرہ برس کے بعد نابالغ نہیں رہ سکتی ادنی مدت بلوغ 9 سال ہے جب کہ علامت بلوغ پائی جائیں اور بلوغ کی علامات حیض وغیرہ ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت بلوغ پندرہ سال ہے جب کہ علامات بلوغ نہ پائی جائیں، اسی پر فتوی ہے۔
(امداد الفتاوی ج 2/ بحوالہ اسلامی شادی :120)

ہمارے ملک ہندوستان میں ووٹ دینے کا حق، گاڑی چلانے کا حق 18 سال کی عمر میں ملتا ہے تو شادی کی عمر بھی 18سال ہے اور اب پاکستان میں بھی 18 سال ہی طے کردی گئی ہے اس سے پہلے شادی کرنے پر سزا متعین ہے

(۱) ہوٹلوں، کلبوں، فلموں، گاہکوں کو لبھانے میں غیر شادی شدہ عورت ہی کامیاب ہوتی ہے اور انھیں کی ڈیمانڈ بھی ہوتی ہے اسی لئے روشن خیال لوگ نہیں چاہیں گے کہ بلوغت کے فوراً بعد شادی ہو جائے
(۲) بلکہ سیکولر معاشرے کا ہدف یہ ہے کہ سوسائٹی میں شادی تاخیر سے ہو زیادہ تر لوگ غیر شادی شدہ رہیں، تاکہ گلیمر اور سیکس کی دنیا آباد رہے اور کھربوں روپئے کی فیشن اور سیکس کی انڈسٹری چلتی رہے۔
قارئین! حالات کو دیکھتے ہوئے بلکہ اب تو شادی میں اور بھی جلدی کرنی چاہئے۔
اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے : ثلاثا لا توخرہا الصلوۃ اذا آنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لہا کفوا
(ترمذی : 169)
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے علی تین کاموں میں تاخیر نہ کرو:

(۱) جب نماز کا وقت ہو جائے تو اسے پڑھ لو (۲) جب جنازہ حاضر ہو جائے (یعنی جب کسی کا انتقال ہو جائے تو تجہیز و تکفین میں جلدی کرو)
(۳) جب بے نکاحی لڑکی کا مناسب رشتہ مل جائے (تو اس کا فوراً نکاح کردو)
دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مفتی سعید احمد صاحب نے اسی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ
"یہ معاشرہ سے زنا کی بیخ کنی (ختم کرنے) کی تدبیر ہے کیوں کہ جب سب لڑکیاں بیاہ دی جائیں گی تو لڑکے بھی خالی نہ رہیں گے پس تانک جھانک کی نوبت نہ آئے گی اور زنا کا دروازہ بند ہو جائے گا۔"
(تحفۃ الالمعی ،ج1،ص 443

نکاح کے لئے کیا کیا باتیں ضروری ہیں:

اسلام نے نکاح کو بہت آسان انداز میں پیش کیا ہے لیکن سماج اور معاشرے کی بے جا رسموں نے بڑے مسائل کھڑے کر دیئے۔
زمانۂ جاہلیت میں شادی کرتے وقت سب سے پہلے مال و دولت دیکھا جاتا تھا اور آخیر میں دین ، لیکن سنت رسول اللہ ﷺ نے اس ترتیب کو الٹ دیا کہ تم (مسلمان) شادی کرتے وقت پہلے اس کے دین کو دیکھو کہ وہ کتنی دین والی ہے اللہ سے ڈرنے والی ہے ۔
ایک حدیث میں ہے : قال تنکح المرأۃ لاربع لمالها و لحسبها ولجمالها ولدينها فاظفروا بذات الدين تربت يداک
(بخاری: ۴۸۹۹، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں سے چار باتوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے :
(۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) اس کی خاندانی شہرت کی وجہ سے (۳) اس کے حسن و جمال کی وجہ سے (۴) اس کی دینداری اور نیکی کی وجہ سے، تم تو دین دار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرلو۔
جب لڑکا یا لڑکی شادی کے لائق ہو جائے تو بیوی یا داماد کو منتخب کرنے میں سب سے پہلے دین داری دیکھنی چاہئے اسی میں کامیابی ہے اور اگر چاروں چیزیں مل جاتی ہیں تو کیا پوچھنا (ہاتھ پاؤں گھی میں)
جو لوگ مال و دولت ، اور خوبصورتی کی تلاش میں رہتے ہیں ان میں اکثر بعد میں پچھتاتے اور روتے ہیں ۔
نکاح میں سنت یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت دین داری کو ترجیح دیں اس کے بعد سادگی کے ساتھ شادی کریں نکاح کا اعلان کریں اور بہتر ہے کہ نکاح مسجد میں پڑھائیں اور جمعہ کا دن ہو، رخصتی کے بعد حسب استطاعت شکرانہ میں ولیمہ کریں ۔

(مستفاد از کتاب النوازل ، ج ۸)

اللہ کے رسول اللہ کی حدیث ہے : اعظم النکاح برکۃ ایسرہٗ مؤنۃ
(مسند احمد)
سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں مشقت کم سے کم ہو بلکہ سادگی کے ساتھ بغیر کسی تکلیف کے نکاح کر لیا گیا ہو ایسے نکاح میں اللہ تعالیٰ زیادہ برکت عطا فرماتے ہیں۔

۔فتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے :
” شریعت نے نکاح کو جتنا آسان بتایا تھا آج ہم نے اس کو اتنا ہی مشکل بنادیا اور اس کو ایک عذاب بنادیا اور پر تکلف بنادیا ہے ۔“

(اصلاحی خطبات ،ج ۱۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں :
” نکاح کے وقت خطبہ دینا بھی کوئی شرط نہیں واجب اور فرض نہیں ، البتہ سنت ضرور ہے اگر دو مرد و عورت بیٹھ کر ایجاب و قبول کرلیں اور دو گواہ اسی مجلس میں موجود ہوں یا تو دو مرد گواہ ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ موجود ہوں تو بس نکاح ہوگیا، اور وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے حلال ہوگئے۔
نکاح کے لئے منگنی شرط ہے نہ مہندی شرط ہے نہ تقریب شرط ہے نہ اجتماع شرط ہے نہ کسی کو بلانا شرط ہے ۔“

(اصلاحی خطبات ، ج ۸)

شادی بیاہ کی اپنی ایجاد کردہ رسمیں اور تباہ ہوتا معاشرہ:

* قارئین روشنی !*
اسلام نے نکاح کو کتنا آسان پیش کیا رسول اللہ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اور خود اپنا نکاح کتنی سادگی سے کیا۔

اگر آپ چاہتے تو سونے چاندی کا ڈھیر لگ سکتا تھا لیکن نہیں ہم مسلمان رسموں اور فضول رواجوں میں تباہ ہورہے ہیں ، اب شادی بیاہ مشکل ہوتا جارہا ہے سالوں سے اس کی تیاری ہوتی ہے، جہیز کا سامان اکٹھا کیا جاتا ہے بچوں اور بچیوں کی عمر گذرتی جاتی ہے، باپ ٹینشن میں رہتا ہے ، نیند کی گولیاں کھا کر سوتا ہے ماں چھپ چھپ کر روتی ہے کہ نہ جانے کب میری بچی کے ہاتھ پیلے ہوں گے میرے سامنے اس کے رشتے ہوجاتے تو مجھے سکون مل جاتا۔

سماج کا ایسا ماحول بن گیا ہے کہ اگر کوئی مالدار اور سادگی سے شادی بھی کرنا چاہتا ہے تو خود سماج کے ہی لوگ اسے طعنہ دیتے ہیں کہ بڑا بخیل ہوگیا یہ اتنے پیسہ والا آدمی مگر چائے پانی پر نکاح کر رہا ہے پورے گاؤں کو بھی نہیں کھلایا۔

لہٰذا وہ بھی سماج کے طعنے سے النکا پلنکا پر مجبور ہوتا ہے ، خدارا نکاح کو آسان کریئے اور معاشرہ و سماج کو مفاسد اور بے جا رسموں اور فضول خرچی سے پاک کیجئے، جہیز ، تلک، کا مطالبہ ہرگز نہ کیجئے، سنت کے مطابق شادی کیجئے، نیکیاں کمایئے اور غریب خاندان پر رحم کیجئے ، اللہ آپ پر رحم کرے گا۔

Mdanwardaudi@gmail.com

8853777798

،، ناشتہ اور اخلاص ،،

بقلم :- مولانا شفیق قاسمی اعظمی ، مؤسس پاسبان علم و ادب

پیسہ دیا اور غائب ہوگیا ، وہ مخلص تھا اسی لئے تو مجھے پتہ بھی نہیں چلا ، اس کے اس اخلاص عمل پر بیساختہ زبان سے خیر و برکت اور صحت کی دعائیں نکلیں ۔

خواب سے بیخواب ہوکر ایک حسین وادی کا خواب دیکھنے والا یہ حقیر سراپا تقصیر گھر سے خلاف معمول تعبیر خواب کے لئے بغیر ناشتہ کے نکل پڑا ، گاڑی کا رخ منزل مقصود کی طرف تھا کہ سامنے ،، مطعم نعمت کدہ ،،(ریسٹورینٹ) کے بورڈ پر نظر پڑی تو معدہ میں ہلچل سی مچ گئی ، نعمت کدہ کی نعمت سے ہلچل پر قابو پانے کے لئے گاڑی پارک کیا اور اندر جا بیٹھا، سوال کرنے پر ویٹر نے ایک ہی سانس میں ھند و پاک میں تراویح کی طرح پورا صفحہ سنا ڈالا لیکن مجھے صرف مغز سمجھ میں آیا لھذا بغیر مغزماری کے مغز کا اڈر دے ڈالا ۔

ویٹر نے مطلوبہ غذا چند ھی لمحوں میں پیش کردیا جسے پر لطف انداز میں لطف لے لے کر نوش کیا ، فراغت کے بعد کاونٹر پر پوچھا کہ ،،جناب عالی ! کتنا ھوگیا ؟

تو اس نے کہا کہ:

،،آپ کے ناشتہ کا پیسہ ایک خان صاحب دے گئے ،،

میں تو غرق حیرت ہوگیا کہ وہ کون مخلص تھا ، اس قدر اخلاص کہ مجھے بھی بتانا گوارہ نہیں کیا کہ پیسہ دیدیا ہوں آپ نا دینا ۔

میں تو دعائیں دیتے اور یہ سوچتے ہوے نکل گیا کہ ،،دانے دانے پر لکھا ھے کھانے والے کا نام ،، کس کا رزق کہاں ہے اور کس کی کمائی کا ہے کچھ پتہ نہیں

،،ویرزقہ من حیث لایحتسب،،

یوم جمہوریہ کے موقع پر تمام برادران وطن کے نام ایک پیغام..

بقلم :- مولانا شیخ محمد خالد قاسمی اعظمی صاحب

ہمارے ملک کا آئین جو آزادی کے بعد کئی سال کی جد و جہد، بحث و تمحیص کے بعد مرتب ہوا اور 26 جنوری 1950 کو متفقہ طور پر تسلیم کرلیا گیا اسی دستور اور آئین کی بنیاد پر ہمارے ملک کو جمہوری ملک کہا جاتا ہے.

اور 26 جنوری کو تمام باشند گان ہند دھوم دھام سے یوم جمہوریہ مناتے ہیں.

دستور ہند کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ اس میں ملک کے تمام مذاہب، و نظریات رکھنے والوں کو اس بات کی مکمل آزادی ہے کہ وہ ملک میں اپنے اپنے مذہب پر آزادی کیساتھ عمل کر سکتا ہے.

اپنے نظریات کی تبلیغ کر سکتا ہے.

اپنے تشخصات و روایات کیساتھ ملک میں رہ سکتا ہے.

اپنی زبان، تہذیب، کلچر و ثقافت پر عمل کرنے میں مکمل آزاد ہے کسی کو کوئی حق نہیں کہ وہ کسی کے مذہب اس کی تہذیب، زبان اور ثقافت سے چھیڑ چھاڑ کرے.

اس کے مذہبی مقامات کو نشانہ بنائے .اس کے پرسنل لاء سے چھیڑ چھاڑ کرے.

لیکن پچھلے کچھ سالوں سے ملک میں ایک خاص فکر کے حاملین برادران وطن نے جس طرح ملک کے دستور کی دھجیاں اڑائی ہیں مسلمانوں کے مذہبی مقامات کو نشانہ بنایا ہے فرقہ پرستی کو فروغ دیا ہے.- مذہب اور دھرم کے نام پر جو سیاسی کھیل کھیلا ہے.

فرقہ وارانہ فسادات میں جس طرح حکومت کی پشت پناہی میں مسلمانوں کا قتل عام کیا ہے

اور اب مسلمانوں کے مذہبی مسائل اور عائلی قوانین میں جس طرح مداخلت کرتے ہوئے اسے تبدیل کرنے کی کوشش کررہے ہیں.
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں جمہوریت باقی نہیں رہی.
ایک خاص فکر کے حاملین نے ملک کی جمہوریت کو اپنے خونی پنجوں سے جس طرح دبوچ لیا ہے..
اور آئے دن ملک کے جمہوری تقدس کو پامال کررہے ہیں...
اس سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ ان کے ارادے نیک نہیں یہ جمہوریت کے دشمن ہیں آئین کے قاتل ہیں دستور کے لٹیرے ہیں..
یہ لوگ بیباکی کیساتھ اپنے ناپاک منصوبوں کو کامیاب بنانے میں شب و روز تگ و دو کررہے ہیں.
حکومت جو جمہوریت کی محافظ ہے وہ بھی جمہوریت کے ان لٹیروں کا ساتھ دے رہی ہے.
ایسے میں ضروری ہے کہ تمام برادران وطن ملکر ان چند فرقہ پرستوں کیخلاف اور فرقہ پرستوں کا ساتھ دینے والی حکومت کیخلاف جمہوریت کی بقا اور آئین کی سلامتی کیلئے ایک ہوکر انھیں ان کے منصوبوں میں ناکام بنائیں.
تاکہ ہم فخر سے کہ سکیں ہم دنیا کے ایک سب سے بڑے جمہوری ملک میں رہتے ہیں....
اور یوم جمہوریہ مناتے ہوئے خوشی محسوس کریں.

عصری علوم وقت کی اہم ضرورت

بقلم :- مفتی شرف الدین عظیم قاسمی

اسلام دنیا کے دیگر مذاھب کی
طرح رسم ورواج کا مجموعہ نہیں بلکہ زندگی گذارنے کا ایک جامع نظام ہے'، انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی معاشر روے تک، فرد سے لیکر خاندان تک، قبیلے کی مختصر فضا سے لیکر حکومت کے مضبوط قوانین تک۔
ہر مرحلے،ہر موڑ،اور ہر قدم پر اس کی واضح ہدایات اور روشن رہنمائی موجود ہے،

اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ ان قوانین ان نظام ہائے حیات جو
عبادات،معاملات ،اخلاقیات، عمرانیات،اقتصادیات ،اور سیاسیات سے متعلق ہیں اسی وقت عمل ممکن ہے ،اسی وقت وہ زندگی کا حصہ بن سکتے ہیں
جب ان سے انسان آشنا ہو،
یہیں سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ عصری علوم سے واقفیت بھی ایک مسلمان کے لئے ناگزیر ہے۔
جب دینی علوم کے ساتھ عصری علوم سے وجود آراستہ ہوتا ہے،دوسری زبانیں بھی اس کی دسترس میں ہوتی ہیں'،تو نافعیت،اشاعت ،کا دائرہ نسبتاً وسیع ہو جاتا ہے، ظاہر ہے اسلامی تعلیمات کی ترویج ایک ایسے ملک میں جہاں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں صرف اردو کے ذریعے کما حقہ ممکن نہیں ہے، دوسری اقوام تک اپنی بات پہونچانے کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ انہیں کی زبان استعمال کی جائے،

اور جب ملک کی فضائیں مادہ پرست ہو جائیں،روحانیت مادیت کے طوفانوں کی زد میں آ جائے، خدا پرستی کی جگہ ملحدانہ افکار و نظریات عام ہو جائیں، اسلام کے خلاف بدگمانیوں کا زہر صرف ملک ہی نہیں بلکہ عالمی پیمانے پر پھیل جائے، اس کی روشن شبیہ کو پروپیگنڈوں کے ذریعے داغدار کرنے کی مہمات شباب پر آجائیں،
تو وقت کے تقاضے کے مطابق دیگر اقوام کی زبانوں کا حصول،دیگر عصری علوم سے واقفیت،اس پر مکمل دسترس،کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے،

یہ فلسفہ فطرت کے عین مطابق ہے کہ اپنے خیالات ونظریات کو دوسروں تک پہنچانے کے اپنی تعلیمات کی ترسیلات اور غیروں کے اذہان میں اس کی حقانیت کے اثبات کے لئے انہیں زبانوں کا استعمال مؤثر اور نفع بخش ثابت ہوسکتا ہے جو ان کے معاشرے کا لازمی حصہ ہوں،
بصورت دیگر تبلیغ واشاعت کا یہ عمل ایک رسمی حرکت،اور رواجی فعل تو ہوسکتا ہے، دلوں پر اثر انداز ہونے والا ،افکار ونظریات کا نقش قائم کرنے والا مضبوط لائحہ عمل نہیں،
اسلام سے متعلق،پیغمبر اسلام کے تیئں،اس کی تعلیمات کے حوالے سے منصوبہ بند طریقے سے ایک عرصے سے منفی تصورات کی ترویج اور اس کے استحکام کا سلسلہ جاری ہے، مگر جس پیمانے پر اور جس اہتمام سے نفرتوں کے خاکوں میں رنگ بھرنے کی مہم شباب پر ہے'اس کے تناظر میں بلا تردد کہا جاسکتا ہے کہ انصاف وانسانیت کا خون کرنے والے اس عمل کو بے اثر کرنے کے لئے،حقائق کو طشت از بام کرنے کے لئے،قوم کو صحیح اور صحت مند تعلیم سے آشنا کرنے کے لئے پچیس فی صد بھی کوئی منصوبہ بروئے کار نہیں لایا گیا،یا وجود میں تو آیا مگر مختلف الخیال،

اور اسلام بیزار نظریات کی مسموم فضاؤں میں کوئی اثر نہ چھوڑ سکا،
اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ علماء کرام جو دین اسلام،دینی تعلیمات،کے علمبردار ہیں'انھوں نے خود کو محض اردو وعربی زبانوں میں محصور کرلیا ہے'،اور یہ زبانیں ظاہر ہے' دیگر اقوام کے اذہان میں موجود اسلام کے تیئں تحفظات کو دور کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتی ہیں،یہ معاملہ اس شعر سے قطعی مختلف نہیں ہے،،

زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم،
نتیجہ یہ ہوا کہ بدگمانیوں کے بادل وقت کے ساتھ ساتھ گہرے ہوتے چلے گئے اسلام اور مسلمان اپنے ہی ملک میں اجنبی ہوتا چلا گیا،
اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ طبقہ علما کی مقدس جماعت ہی انبیاء کی وارث ہے'،جو درد امت کا اس دل میں پایا جاتا ہے،جو سوز کڑھن،امت کے ارتقاء کا جذبہ،
دنیا وآخرت کی کامیابی کی آرزؤں کی قندیل جس طرح اس جماعت کے قلوب میں فروزاں ہے وہ کسی اور قلب میں نہیں پائی جاتی ہے۔مگر ان احساسات،جذبات اور حقائق کے اظہار اور انھیں نافعیت کی منزلوں سے ہم کنار کرنے کے لئے جس مضبوط منصوبے کی ضرورت ہے،عصری تقاضے کے مطابق جس مروجہ علوم کی طرف توجہ درکار ہے اس سے یہ جماعت تہی مایہ ہے'،

اور بلاشبہ ملت اسلامیہ کے زوال کی یہی بنیادی وجہ ہے کہ جو معاشرہ عصری علوم سے آراستہ ہے'،وقت کے تقاضوں کا ادراک رکھتاہے، جدید سہولیات سے آراستہ ہے'،مگر اسلامی علوم اسلامی تعلیمات اور اس کی خدمات کے جذبے سے خالی ہے،

اور جہاں معرفت الہیہ کا سرمایہ ہے'، عشق رسول کی دولت سے قلب و ذہن مالا مال ہے،
قوم کی تعمیر وتہذیب کا جذبہ ہے'، ملت کی زبوں حالی پر درد و تڑپ کا اثاثہ ہے'،
وہاں عصری علوم عصری زبانوں سے تہی مائیگی کا نوحہ ہے'،جدید ذرائع ابلاغ سے محرومی ہے'،جدید علوم سے محرومی ہے'
حد یہ ہے کہ حالات کی گونج اور جرس کاروان زمانہ کے باوجود ہنوز اس سے افسوسناک حد تک عدم توجہی،عدم دلچسپی،اور بے اعتنائی کا عمل ہے'۔

شرف الدین عظیم قاسمی الاعظمی

پاسبانی مل گئے، شہر مالیگاؤں میں

بقلم :- مولانا طہ جون پوری

گذشتہ 30 جنوری 2019 بہ روز بدھ کو بندہ ''مالیگاؤں، ضلع ناسک'' کے ایک پروگرام'' مسابقہ تفسیر و حفظ حدیث'' میں بہ حیثیتِ حکم پہنچا۔ احباب نے دوران گفتگو ''مالیگاؤں'' کے بارے میں بتاتے ہوئے '' دھولیہ شہر''کا نام لیا۔اس شہر کا نام سنتے ہی فورا ''پاسبان علم وادب کے مؤقر ممبر ''مولانا زاہد صاحب''کا نام ذہن میں آیا۔ چناں چہ موصوف کو اسی وقت تقریباً 09 بجے رات میں فون کیا، لیکن افسوس بات نہ ہو سکی۔

صبح میں ایک نئے نمبر سے فون آیا، لیکن. پروگرام میں موجود ہونے کی وجہ سے بات نہ کرسکا۔ نماز ظہر کے بعد ،اس نمبر پر جب واپس فون کیا،اور پوچھاکون؟ تو جواب میں آں محترم نے نام لیا۔پھر ہم نے بتایا کہ یہاں '' مالیگاؤں شہر'' آیا ہوں۔ موصوف نے پتہ معلوم کیا اور کہا: ان شاء اللہ آؤنگا۔

پروگرام کی تیسری اور آخری نشست بعد نماز عشاء شروع ہوئی۔ مسابقہ چوں کہ بڑا دل چسپ تھا،اس لیےواٹساپ بند تھااور ذمہ داری نبھارہاتھا۔ مسابقہ ختم ہوااور بندہ نے فون کرکے آپ کہاں ہیں؟ موصوف نے کہا : واٹس اپ پر۔ جب واٹس اپ کھولا؛ تو موصوف ممبر کا پیغام موصول ہوا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت میں جس جگہ بیٹھا ہوں،اس جگہ سے دو حکم نظر آرہے ہیں۔

ان میں سے آپ کون سے والے ہو؟ کالی شیروانی والے یا ان کے بازو والے؟ میری سمجھ سے کالی شیروانی میں آپ نہیں ہو؟؟؟موقع ملتے ہی جواب دیں۔ شدت سے آپ کی زیارت کا منتظر ہوں۔آپ مذکورہ حکم صاحبان میں کون سے ہو؟یا دونوں میں سے کوئی نہیں‘‘۔ بندہ نے جواب دیا:کالی شیروانی‘‘۔موصوف ممبر نے لکھا:اچھا کالی شیروانی میں آپ ہیں۔۔۔جلد آیئے،باہر شدت سے منتظر ہوں۔۔۔صرف آپ کی ملاقات کی خاطر ٹھہرے ہیں۔آپ سے ملاقات کرکے ہی جائیں گے، چاہے ،آندھی آئے یا کچھ بھی۔

باہر نکلنے کے بعد موصوف سے ملاقات ہوئی۔ سلام و مصافحے کے بعد دو اورپاسبانی ممبران ’’مولانا عیسی صاحب(اور ایک محترم ممبرکا نام معلوم نہیں رہا)سے زندگی کی پہلی ملاقات ہوئی۔ اس طرح پاسبانی مل گئے، شہر مالیگاؤں میں۔

’’پاسبان علم وادب‘‘کی برکت ، کہ ان احباب سے ملاقات ہوئی۔چوں کہ وقت بہت کم تھا،چند ساعتیں ہی ساتھ رہے، لیکن اتنی دیر میں ایسا محسوس ہوا، کہ جیسے چند بچھڑے یار جمع ہوگئے ہوں۔ان تمام احباب نے اپنائیت کا ثبوت دیا۔ ہم لوگ گفتگو کرتے رہے، معزز ممبران بار بار کہتے رہے، چلیے باہر کچھ نوش کیا جائے، ہم آپ کی ضیافت نہ کرسکے ہم کو افسوس ہے، لیکن کیا کرتے، وقت کے ہاتھوں مجبور تھے اور تھوڑی دیر بعدہم وہاں سے واپس ’’ممبئ‘‘ کے لیے روانہ ہوگئے۔

یقیناً یہ ایک یادگار ملاقات تھی. کاش زندگی میں ایسا کوئی موقع میسر آتا، جہاں تمام پاسبانی احباب جمع ہوتے اور ہم خردہ ان سے لطف اندوز ہوتے۔آمین۔

شکریہ ان تمام پاسبانی احباب کا اور پھوپھا جان مولانا منصور صاحب کا بھی، جنہوں نے اس گروپ میں شامل فرمایا۔ خدا کرے گروپ کے تمام احباب چمکتے اور دمکتے رہیں اور یہ محبتیں پروان چڑھتی رہیں۔

نوٹ۔ بعد میں معلوم ہوا، کہ دونوں پہلی پوزیشن لانے والے طالب علم(مسابقہ تفسیر اور مسابقہ حفظ حدیث میں) مولانا زاہد صاحب دھولیہ کے، مدرسہ کے ہیں مزید ’’مسابقہ تفسیر‘‘ میں کام یاب ہونے والا طالب علم ،مولانا کا برادر نسبتی (سالے صاحب) ہے۔ ان دونوں کو عمرہ میں بھیجے جانے کا انعام دیا گیا ہے۔

پاسبانی الفتوں کا ایک نمونہ

بقلم :- مولانا محمد زاہد مہاراشٹر

سب سے پہلے ایڈ من اعلیٰ مولانا شفیق قاسمی صاحب کا میں شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس گلشن علم و ادب کی بنیاد رکھ کر کئ بکھرے موتیوں کو یکجا کیا، اور اپنے اخلاص سے اس گلشن کی سینچائی کی، آنجناب کے اخلاص ہی کا نتیجہ ہیکہ پاسبان علم و ادب کی مقبولیت میں ہر روز اضافہ ہی ہو رہا ہے اور پاسبانی احباب جنکا آپس میں کوئی رشتہ نہیں اور ناہی کوئی جان پہچان ہر روز دنیا کے کسی گوشے میں مل رہے ہیں ہماری مولانا طہ صاحب سے ملاقات کا ذریعہ بھی یہی مجموعہ بنا. مولانا طہ صاحب کی غائبانہ شخصیت جو میں نے اپنے دل و دماغ میں سجایا ہوا تھا انہیں اپنے سامنے پاکر بلا مبالغہ کئ زیادہ پایا، اللہ موصوف محترم کو مزید ترقیات سے نوازے، اس ملاقات نے میرے دل میں پاسبان کی عظمت کو اور بڑھا دیا..... اللہ تمام پاسبانی ممبران کی ہر شر سے حفاظت فرمائے، اور اس مجموعہ کو اللہ ہر نظر بد سے بچائے،

شام اودھ و صبح بنارس کی دلکشی : وہ پاسبان کے حسن کی ادنیٰ غلام ہے

کل پورا دن واٹشپ آن نہیں کرسکا مصروفیات کی بنا پر ابھی واٹشپ آن کیا تو پاسبان میں کئ سو میسیجیس جمع ہو چکے تھے میسجیس پڑھتے پڑھتے مولانا طہ صاحب کا مضمون ھذا بھی نظر سے گذرا چونکہ اسوقت انجمن پاسبان میں دیگر موضوعات پر باتیں چل رہی ہے بیوقت کمینٹ پر معذرت خواہ ہوں.....

ایک نو مسلمہ سسٹر (نرس) کی کہانی.

بقلم :- ڈاکٹر ارشد قاسمی صاحب

دوسال قبل جولائی کی ایک صبح جب بارش کے بعد فضاء کسی قدر نکھر چکی تھی میں اپنے گھر کے سامنے چہل قدمی میں مصروف تھا موبایل کی گھنٹی بجی میں نے یہ سوچ کر کہ شاید کسی مریض کا فون ہو گا ریسیو کیا کال کرنے والی کوئی خاتون تھیں سلیقہ سے سلام کے بعد کہا " ڈاکٹر ارشد میں بمبئی سے فایزہ سسٹر(نرس) (تبدیل شدہ نام) بول رہی ہوں مجھے تمہاری ہیلپ کی شدید ضرورت ہے ۔فایزہ سسٹر ممبئی کے ایک ملٹی اسپیشلٹی ہاسپٹل میں نرسنگ انچارج تھیں جہاں میں بحیثیت ڈاکٹر کام کرچکا تھا وہ ایک ماہر، تجربہ کار ، مریضوں کی بے انتہا خیر خواہ ، غریب پرور اور ڈیوٹی کی پابند نرس تھیں میرے لئے وہ اس لئے بھی قابلِ احترام تھیں کہ وہ کنورٹیڈ مسلم تھیں حجاب لگاتی تھیں کبھی کبھی اسلام سے متعلق انکی معلومات سننے کا موقع ملتا تو رشک آتا تھا انکا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ لیکن شعبے علیحدہ تھے اس لئے علیک سلیک کے علاوہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سامنے نہ آسکی تھی بس صرف اتنا معلوم تھا کہ گھر کے لوگ انتہائی نالاں تھے انھوں نے قبولِ اسلام کے بعد ایک مسلم برسرِ روزگار نوجوان سے شادی کر لی تھی بچے بھی تھے خوش و خرم زندگی کا سفر طے کررہے تھے

انھوں نے کہا میری ماں تیرتھ یاترا پر بنارس گئ تھیں اچانک انکی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئ شاید ہارٹ اٹیک ہوا ہے فی الحال وہ بی ایچ یو میں ایڈمٹ ہیں ۔ میں اس وقت بمبئ ایئر پورٹ پر ہوں لیکن بنارس میں میرا کوئ نہیں ہے مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے میں کیسے وہاں پہونچو نگی ۔

میں نے انھیں دلاسا دیا حوصلہ دیا اور فلایٹ لینڈنگ کی ٹائیم پوچھی اور کہا میں ایئر پورٹ پر اگیارہ بجے موجود رہونگا
میرے گھر سے بنارس ایئر پورٹ تقریبا چالیس کلو میٹر کے فاصلے پر ہے میں وقت پر ایئر پورٹ پہنچ گیا وہاں سسٹر فایزہ اپنی چھوٹی بہن (نان مسلم) کے ساتھ موجود تھیں دونوں کے ڈریسنگ جدا تھی ایک کے سر پر حجاب تھا شلوار سوٹ میں ملبوس تھی دوسری ساڑی میں ۔
میرے لئے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کوئ شناسا اپنی کار میں اس طرح کے لباس میں مجھے نہ دیکھ لے اور نہ جانے کیا سوچے ۔
خیر ان دونوں کے ساتھ میں بنارس ہندو یونیورسٹی کے میڈیکل کالج پہنچ گیا راستہ بھر سسٹر حال احوال دریافت کرتی رہیں انکی بہن نسبتا خاموش تھی شاید جھجھک محسوس کررہی تھی اجنبی شہر میں اجنبی شخص کے ساتھ سفر کررہی تھی یا ماں کی بیماری سے پریشان تھی
میں ان دونوں کو لیکر متعلقہ شعبہ میں پہنچا جہاں اسکی ماں موت و زیست کی کشمکش مین مبتلا تھی میں نے براہِ ڈاکٹر سے ملاقات کی کیس ڈسکس کیا رپورٹس دیکھی ٹریٹمنٹ چک کیا Hypoglycemia کی تشخیص کے بعد میں نے دونوں بہنوں کو تسلی دی اور اطمینان دلایا کہ اگلے دو تین گھنٹوں میں وہ ہوش و حواس میں ہونگی جب اطمینان کی کچھ لکیریں چہرہ پر نظر آئیں میں انھیں کینٹین لیکر آگیا مشروبات سے ضیافت کی
اس دوران فایزہ سسٹر کی بہن کچھ کلوز ہوئ اور پہلی بار براہِ راست مجھ سے مخاطب ہوئ اور کہا آپ نے جو احسان کیا ہے ہم زندگی بھر اسکا بدلہ نہیں چکا سکتے ۔
پھر ہم تینوں ایمرجنسی روم کی طرف بڑھے ڈاکٹر نے ہوش میں آنے اور وائٹلس نارمل ہونے کی خوشخبری سنائ اور ملاقات کی اجازت دیدی ۔

ہم وارڈ میں داخل ہوئے سسٹر فایزہ نے ماں سے احوال پوچھنے کے بعد میرا تعارف کرایا ماں نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں لیا کہنے لگی بیٹا کیا مسلمان ایسے بھی ہوتے ہیں تم تو بھگوان کے روپ میں ہو۔ میں نے کہا ماں جی یہ تو اخلاقی فریضہ تھا اور ہمارا مذہب تو ہمیں اسکی تعلیم بھی دیتا ہے۔

وہ مجھے دیکھے جارہی تھی اور روتی جارہی تھی

سسٹر فایزہ مجھے کچھ بہانے سے الگ لے گئی اور کہا ڈاکٹر میں نے بہت کوشش کر لی ہے۔ اس وقت وہ تم سے متاثر ہے اسلام پیش کرو ورنہ میری ماں جہنم میں چلی جائے گی۔

میں پہلے کینٹین سے کچھ کھانے کی چیزیں لے آیا اپنے ہاتھوں سے کھلایا اور ماں کو اسلام کی خوبیاں بتلائ اور داخل ہونے کی درخواست کی۔ اس نے مجھ سے وقت مانگا اور کہا سوچ کر بتاونگی۔

سسٹر فایزہ ہتھیلی مل رہی تھی اسکی پیشانی پر مختلف رنگ آ اور جارہے تھے وہ ماں کی عارضی صحت سے زیادہ دایمی راحت کے لئے بیچین تھی۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا مجھے گھر لوٹنا تھا اور ہاسپٹل کا ملاقات کا وقت ختم ہوچکا تھا۔

سسٹر نے مجھ سے کہا ڈاکٹر میری ماں اسلام کے لئے اتنی نرم کبھی نہ تھی بلکہ جب بھی میں اس سے کہتی وہ مجھے گھر سے بھگا دیتی تھی اور سخت سست کہتی تھی آج اس نے غور کرنے کے لئے تم سے وقت مانگا ہے میری امید جاگ اٹھی ہے۔۔۔

میں دل دل ہی دل میں دعائیں مانگتا، حسرت کی تصویر بنا بوجھل قدموں کے ساتھ ایک بار پھر ماں سے رخصت ہونے کے لئے ملاقات کیا وہ پھر روئ اور پھر وقت مانگ لیا۔

میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے رخصت ہوا فایزہ سسٹر اور انکی بہن گاڑی تک چھوڑنے آییں فایزہ کی بہن جو
اب کسی حد تک بیتکلف ہوچکی تھی آنسووں کے ساتھ یہ کہتے ہوئے رخصت کیا میں نہیں سمجھتی تھی کہ مسلمان ایسے ہوتے ہیں ۔
فایزہ سسٹر کے فون کبھی کبھی آتے ہیں جب بھی فون آتا ہے ماں کا تذکرہ ضرور کرتی ہیں اور کہتی ہیں ماں تمہیں بہت یاد کرتی ہے ۔ لیکن ابھی تک اس نے تمہارے مشورہ پر عمل نہیں کیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے اسکے لہجہ میں یاسیت کی جھلک محسوس ہوتی ہے ۔ لیکن میں اسے تسلی دیتا ہوں اور مسلسل کوششوں کی تلقین کرتا ہوں ۔

میں جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں سوچتا ہوں برادرانِ وطن کے دلوں میں کتنی غلط فہمیاں ہیں اور ہماری ادنی سی کوششیں کس طرح ان کو دور کرسکتی ہیں ۔
قارئین سے درخواست ہے وہ فایزہ سسٹر کی امی کے لئے ہدایت کی دعا کریں ۔

ڈاکٹر ارشد قاسمی

دارالعلوم دیوبند

بقلم :- حافظ خطیب صاحب

#دارالعلوم دیوبند ایسے وقت میں قائم ہوا جب ہندوستان میں مسلمانوں کیلئے دینی شرعی اورسیاسی رہنمائی کاکوئی خاص مرکز نہیں تھا..
یہ ادارہ اپنے قیام کے روزاول سے مثل سمندر اپنافیضان عام کررہاہے.ہرطرح کے حالات کاسینہ سپر مقابلہ کرتا آیاہے اور ان شاءاللہ قیامت تک کرتارہے گا.
مثبت سوچ رکھنے والاہر شخص دارالعلوم جیسے علمی سمندرکےساکت پانی میں اپناعکس توتلاش کرسکتاہے لیکن منفی سوچ والا اسکی بپھری طغیانی کےسامنےنہ ٹک سکتاہےنہ ٹہرسکتاہے.
جسطرح سمندرلوگوں کاپھینکاہوا ہرکچرہ فراخدلی سے اپنےاندرجذب کرتہس نہس کرکے ہمیشہ کیطرح پرسکون رہتاہے اسی طرح دارالعلوم بھی اپنےخلاف ہونےوالی ہراوچھی حرکتوں کونظرانداز کر سیسہ پلائی دیوارکیطرح کھڑا ہے اورکھڑارہے گا.
مثل سمندر دارالعلوم کے قدوقامت کو اپنی اوچھی حرکتوں اوربےتکی باتوں سےکوئی ہلاسکاہےنہ ہلاپائےگا ان شاءاللہ.
دارالعلوم دیوبند اللہ کے فضل وکرم سے ہمیشہ یونہی امت کی رہنمائی کرتارہے گا.
اخلاص وللّٰہیت کی بنیادپر قائم اس عظیم ادارہ اورملت اسلامیہ ہند کے اس عظیم سرمایہ کا اللہ حامی و ناصرہو-
10/2/2019

ویلنٹائن ڈے: بے حیائی کا دوسرا نام

بقلم :- مولانا عاصم طاہر اعظمی

حیا جس میں نہیں وہ شباب اچھا نہیں لگتا
بکھر جائے جو کھل کر وہ گلاب اچھا نہیں لگتا
لڑکپن ہوچکا رخصت جوانی جھوم کر آئی
تیرا گھر سے نکلنا بے نقاب اچھا نہیں لگتا

ابھی چند سال قبل کی بات ہے کہ 14 فروری کا دن عام دنوں کی طرح آتا اور گزر جاتا کسی کو معلوم تک نہیں ہوتا، کوئی بھی اس دن کی بے معنی تاریخ سے واقف نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ویلنٹائن کے کارناموں سے آگاہ تھا۔

پچھلے تقریباً کچھ سالوں سے نہ جانے یہ وبا کہاں سے آئی اور بڑے ہی اہتمام سے "ویلنٹائن ڈے" یوم محبت منایا جانے لگا، مغربی تہذیب نے مشرق کا رخ کیا بے ہودگی و بے حیائی کا ایک سیلاب اُمڈتا چلا آیا،
اس کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں تاہم ان میں یہ بات مشترک ہے، سینٹ ویلنٹائن ایک عیسائی راہب تھا۔اس سے بھی ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے کچھ باتیں جڑی ہیں۔ اسے عاشقوں کے تہوار کے طور پر کیوں منایا جاتا ہے؟ اور سینٹ ویلنٹائن سے اس کی کیا نسبت بنتی ہے ، اس کے بارے میں بک آف نالج کا مذکورہ اقتباس لائق توجہ ہے :

”ویلنٹائن ڈے کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ایک رومی تہوار لوپر کالیا (Luper Calia) کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس تہوار کے موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کے نام اپنی قمیضوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے۔ بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ 'ویلن ٹائن' کے نام سے منایا جانے لگا تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لئے اہم دن سمجھا جانے لگا جو رفیق یا رفیقہ حیات کی تلاش میں تھا۔ سترہویں صدی کی ایک پراُمید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ اس نے ویلنٹائن ڈے والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیہ کے ساتھ پانچ پتے ٹانکے اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ سکے گی۔ بعد ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کر دیا۔

14 فروری کا یہ 'یومِ محبت' سینٹ ویلنٹائن سے منسوب کیوں کیا جاتا ہے؟:

”اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ تو موجود نہیں البتہ ایک غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے جو ایک راہبہ کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لئے نکاح ممنوع تھا۔ اس لئے ایک دن ویلنٹائن نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لئے اسے بتایا کہ اسے خواب میں بتایا گیا ہے کہ 14 فروری کا دن ایسا ہے اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی ملاپ بھی کرلیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوشِ عشق میں یہ سب کچھ کر گزرے۔ کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اُڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی انہیں قتل کر دیا گیا۔

بعد میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن کو ’شہیدِ محبت‘ کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کردیا، چرچ نے ان خرافات کی ہمیشہ مذمت کی اور اسے جنسی بے راہ روی کی تبلیغ پر مبنی قرار دیا، یہی وجہ ہے کہ ابھی کچھ سال پہلے عیسائی پادریوں نے اس دن کی مذمت میں سخت بیانات دیئے، بنکاک میں تو ایک عیسائی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایک ایسی دکان کو نذرآتش کردیا جس پر ویلنٹائن کارڈ فروخت ہورہے تھے۔“

محبت اور ویلنٹائن ڈے دو متضاد پہلو

”محبت“ ایک ایسا لفظ ہے جو معاشرے میں بیشتر پڑھنے اور سننے کو ملتا ہے، اسی طرح معاشرے میں ہر فرد اس کا متلاشی نظر آتا ہے اگرچہ ہر متلاشی کی سوچ اور محبت کے پیمانے جدا جدا ہوتے ہیں۔ جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات چڑھتے سورج کے مانند واضح ہوتی ہے کہ اسلام محبت اور اخوت کا دین ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ تمام لوگ محبت، پیار، اور اخوت کے ساتھ زندگی بسر کریں، مگر قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں محبت کو غلط رنگ دے دیا گیا ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا کہ ”محبت“ کے لفظ کو بدنام کر دیا گیا ہے۔ صورت حال اس حد تک بگڑ چکی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے حقیقی محبت کا اظہار کرنا چاہے تو وہ بھی تذبذب کا شکار رہتا ہے،

جبکہ اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ جس سے حقیقی محبت ہو اس سے محبت کا اظہار بھی کیا جائے وہ بھی اسلامی طریقے سے، نہ کہ ویلنٹائن ڈے جیسے منحوس دن کا انتظار کیا جائے، جس نے بھی اس دن کو یوم محبت کا نام دیا اس نے انسانیت پر بڑا ظلم کیا،

یہ محبت کا نہیں بلکہ ہوس کا دن ہے محبت میں خلوص ہوتا ہے اور ہوس میں مفاد ہوتا ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس مکروفریب کا سب سے زیادہ نشانہ صنف نازک ہی بنتی ہیں، محبت کے نام پر ان کو دھوکہ دیا جاتا ہے، محبت کے نام انہیں بے آبرو کیا جاتا ہے، لیکن صنف نازک سمجھ رہی ہیں کہ یہی میری عزت ہے یہی میرا کمال ہے۔

"ویلنٹائن ڈے" ہر اعتبار سے یوم اوباشی ہے اس کا اصل مقصد عورتوں اور مردوں کے درمیان ناجائز تعلقات کو فروغ دینا بلکہ تقدس عطا کرنا ہے؛

"ویلنٹائن ڈے" منانے کا مطلب مشرک رومی اور عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرنا ہے،
اللہ کے رسول صل اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انھیں میں سے ہے"
آج ویلنٹائن ڈے پہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سوائے بربادی کے کچھ نہیں، ایک طرف بے حیائی و عریانیت پھیل رہی ہے تو وہیں دوسری طرف معاشرے کے خاندانی نظام میں بگاڑ پیدا ہورہا ہے؛

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اگر آج ہم نے اپنی نوجوان نسل کو اس مغربی خرافات سے آگاہ نہیں کیا، جو اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ اور مغربی تہذیب کے دیوانے ہیں، تو وہ دن دور نہیں کہ ہماری نسل بھی مغرب کے طور طریقے سے آراستہ و پیراستہ ہوجائیں گے۔
جہاں تک بھی ہوسکے اسلامی تعلیمات پر عمل کریں، اس کے ارتکاب سے مکمل اجتناب کریں اس دن کو بے شرمی و عریانیت کے طور پر منانے کے بجائے "حیا ڈے" کے طور پر منائیں؛
حق تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آ۔۔۔مین

کچھ تنقید کے بارے میں

بقلم :- ڈاکٹر ذاکر ندوی صاحب

جب ہم تاریخ کے تناظر میں اس موضوع پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت طشت از بام ہوتی ہے کہ تنقید کوئی معیوب شی نہیں ہے، بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا فکری عمل ہے۔ جہاں تنقید اور اختلاف رائے کا ماحول نہیں ہوگا وہاں ذہنی ارتقاء کا سفر رک جائے گا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ قومیں احتساب عمل اور تنقید کی زور پر ہی ترقی کے مراحل طے کرتی ہیں نہ کہ مداہنت اور مصلحت کوشی کے سہارے پر۔

تاریخ شاہد ہے کہ امراء و سلاطین کا دربار رہا ہو یا صوفیا اور مشائخ کی مجلسیں تنقید کو کہیں بھی بیگانگی اور اجنبیت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جو معاشرہ تنقید کو برداشت نہیں کرتا وہ لاشعور میں ہیرو پرستی کا شکار ہوجاتا ہے، حقیقت پسند انسان کبھی بھی تملق ومداہنت کو پسند نہیں کرتا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تنقید شخصیات کو براہ راست نشانہ بناتی ہے، ہمیں بزرگوں کے تقدس کا خیال ملحوظ رکھنا چاہئے، جبکہ تنقید صحیح معنوں میں تنقید اسی وقت ہوگی جب وہ شخص معین ہو۔ اگر مبہم یا غیر مشخص تنقید کافی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اثبات توحید ونفی شرک کے طور پر لات وہبل کا نام نہ لیتے۔ نہ ان بتوں کی پرستش کرنے والوں کے سامنے ان پر چوٹیں کرتے۔ صرف معبود ان باطلہ، غیر اللہ یا خود تراشیدہ اصنام جیسے الفاظ کافی تھے۔

تنقید یقینا سچائی کا ایک کڑوا گھونٹ ہے خصوصا جب اس کی زد قوم و ملت کے خود ساختہ اکابر (زندہ یا مردہ) پر پڑتی ہو تو اس کی کڑواہٹ میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔ ہمیں بارہا یہ تلقین کی جاتی ہے کہ "خطائے بزرگاں گرفتن خطا است"، کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ قول کیا نعوذباللہ قرآن کے اکتیسویں پارہ کی کوئی آیت ہے؟ یا احادیث کے اس مقدس ذخیرہ سے اس کا تعلق ہے جس تک محدثین عظام تک کی رسائی نہ ہو سکی ہو؟

"علمائے دیوبند کا مسلک"

بقلم :- مولانا صابر القاسمی اعظمی صاحب

قرآن کریم نے امت مسلمہ کو"اُمّۃ وسطا" کہہ کر اس بات کا اعلان فرما دیا ہے کہ اس امت کی ایک بنیادی خصوصیت توسط اور اعتدال ہے اور علمائے دیوبند چونکہ اس دین کے حامل ہیں اس لئے ان کے مسلک و مشرب اور مزاج و مذاق میں طبعی طور پر یہی اعتدال پوری طرح سرایت کیے ہوئے ہے، ان کی راہ افراط و تفریط کے درمیان سے اس طرح گزرتی ہے کہ ان کا دامن ان دو انتہائی سروں میں سے کسی سے بھی نہیں الجھتا اور یہ اعتدال کی خاصیت ہے کہ افراط اور تفریط دونوں ہی اس سے شاکی رہتے ہیں۔ افراط اس پر تفریط کا الزام عائد کرتا ہے اور تفریط اس پر افراط کی تہمت لگاتی ہے۔از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی (علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج ص/۸؛۹)"علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج"یہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیف ہے جس میں حضرت رح نے علماء دیوبند کے فکر و عمل کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ اس میں کسی طرح کے اشتباہ و التباس کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہی، اس کتاب کا پیش لفظ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کا ہے، درج بالا اقتباس مفتی صاحب کے پیش لفظ سے ماخوذ ہے۔

صابر القاسمی، جامعہ، فیض عام دیو گاؤں، اعظم گڑھ

ٹک ٹاک مختصر تعارف

بقلم :- مولانا سیف الدین قاسمی صاحب

گذشتہ چند سالوں سے ٹکنالوجی اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک ہر شخص کے پاس اسمارٹ-فون ہے جس میں ہر قسم کے فنکشنز اور فیچرز موجود ہیں۔ انہیں فیچرز میں ایک ایسا ایپلیکیشن بھی ہے جس نے پوری دنیا میں تباہی مچا رکھی ہے، جسکو ہم *ٹک ٹاک* کے نام سے جانتے ہیں، اسکو Byt Dance نامی ایک شخص نے ستمبر 2016 میں چائنہ کے اندر بنایا تھا، حیرت کی بات یہ ہے کہ صرف ایک سال کی قلیل مدت میں اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے یوزرس 100 میلین ہوگیۓ، 150 ممالک اور 75 زبانوں میں لانچ کیا گیا،
اور اس وقت اس کے یوزرس کی تعداد 500 میلین ہے۔ دراصل اس ایپ میں کوئی گانہ یا کسی کی آواز کے ذریعہ چھوٹی چھوٹی ویڈیوز بنائی جاتی ہے، اور اُسی انداز میں ایکٹنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے،جس کو شئیر بھی کیا جا سکتا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ یہ اپنے یوزرز کو پیسے بھی دیتا ہے، جتنے فالورز اور ویورز اتنے ہی پیسے، اس قدر مقبول ہونے کی وجہ صرف یہی ہے، ایزی منی کی وجہ سے لوگ پاگلوں کی طرح اس کے پیچھے پڑ گئے.

آج تک کا یہ ایک واحد ایپ ہے جس نے صرف دو سال کے مختصر عرصے میں اس قدر فحاشی پھیلائی ہے، جتنی گذشتہ 14 سالوں میں یو ٹیوب جیسا پاپولر ایپ بھی نہیں پھیلا سکا، نوجوان جو انقلاب کے پیش خیمہ ہوتے ہیں، مستقبل کی تعمیر و ترقی میں

جنکے افکار و نظریات کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے, وہی اس کو زیادہ استعمال کرتے ہیں۔
مجھے سب سے زیادہ تکلیف تب ہوئی جب پتہ چلا کہ مسلم لڑکیاں بھی اسے کثرت سے استعمال کر رہی ہیں، جو آنکھوں کا نور، کلیجے کی ٹھنڈک، باپ کا غرور اور بھائیوں کا مان تھی، اور وہ جنکو اسلام نے مکمل حقوق دیئے ہیں، حتی کہ انکو مسجد جانے، بلند-آواز سے اذان و تلبیہ کہنے اور زور سے قرآن پاک پڑھنے تک سے منع کیا گیا تھا لیکن آج یہی لڑکیاں اس ایپ پر ننگے ناچ ناچتی ہیں اور ایسے ایسے مناظر اپلوڈ کرتی ہیں کہ ایک غیرت منت انسان تصور بھی نہیں کر سکتا، ایسی ہی عورتوں کے بارے میں آپ صل اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا تھا.
صِنفان من أهل النار لم أرهما: قومٌ سیاط کأذناب البقر یضربونِ بها الناس، ونساء کاسیات عاریات، ممیلات مائلات، رؤوسهن کأسنمة البخت المائلة، لا یدخُلن الجنة، ولا یجدن ریحها، وإن ریحها لیوجد من مسیرة کذا وکذا))؛ رواه مسلم[1].
ترجمہ : "دوزخیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ ایک تو وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں، جن سے لوگوں کو مارتے ہیں۔
دوسرے وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں۔ سیدھی راہ سے بہکانے والی ہیں، اور خود بھی بہکنے والی ہیں ، ان کے سر بختی اونٹ (اونٹ کی ایک قسم) کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہونگے ، وہ جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نہ ملے گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی دور سے آتی ہے۔"

حد سے زیادہ شرمناک جس نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا وہ یہ تھی کہ عمر دارز لوگ جنہیں کم از کم اپنی عمر کا تو لحاظ کرنا چاہیے تھا، وہ بھی اپنی فنکاری کا مظاہرہ کرنے میں مصروف ہیں.

نقصانات اور اسکا حل

اس ایپ کی وجہ سے زنا، جنس پرستی، جھوٹ، والدین کی نافرمانی جیسے مہلک امراض تیزی سے بڑھتے جارہے ہیں، یہ ایسے خطرناک امراض ہیں جو صرف اسلامی ہی نہیں بلکہ انسانیت کے لحاظ سے بھی عظیم ترین گناہوں میں شامل کیے جاتے ہیں.
خیر ابھی دیر نہیں ہوئی ہے، ہم سب کو اجتماعی و انفرادی طور پر الرٹ اور جوکنا ہو جانا چاہیے ورنہ ہماری یہ لاپرواہی اتنی بڑی تباہی کا سبب بنے گی کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔
اس طرح کے فتنوں کا سامنا کرنے کے لیے قرآن ہمیں " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا" (اے ایمان والو جہنم کی آگ سے خود بھی بچو اور اپنے گھر والوں کو بھی بچاؤ) کا درس دیتا ہے.
ہر شخص اپنا ایک حلقہ اثر رکھتا ہے، سب سے پہلے تو خود بچیں، پھر اپنے بچوں، اپنے بھائی بہن، اپنے گھر، اپنے محلے، اپنی جماعت اور جہاں تک ہو سکے بچانے کی کوشش کریں. مساجد کے ائمہ اپنے وعظ کے ذریعہ، اھل قلم مجلات و اخبارات کے ذریعہ اسکے نقصانات کے صداؤں کو بلند کریں، تو یہ فتنہ تھم سکتا ہے اور ایک صالح معاشرہ پھر سے وجود میں آ سکتا ہے.
اللہ ہم سب کو اس خطرناک فتنہ سے بچنے اور قرآنی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین....

سیف الدین قاسمی
موبائل نمبر / 9105952982
ای میل۔ /Saifahmadsa470@gmail.com

ہمارا نتیجہ فکر اہم ہے یا جمہور کا ؟
لمحہ فکریہ

بقلم :- مولانا شفیع اللہ اعظمی صاحب

آج کل لوگ تعصب اور فتوی بازی الزام تراشی وغیرہ وغیرہ جیسے الفاظ بہت استعمال کرتے ہیں جب ان کی یا کسی فرد واحد کی تحریر پر نشادہی کی جاتی ہے جو دراصل جمہور امت کے خلاف اپنی فکر یا کسی فرد واحد کی فکر ہوتی ہے ، اب سمجھنا یہ ہے کہ کیا جمہور علماء کی رائے اور دلائل بیان کردہ مسائل و نقاط کے مقابلہ میں ہماری رائے یا کسی فرد واحد کی رائے زیادہ اہم ہے ؟کیا اپنی تحریر میں پیش کردہ اپنا نقطہ فکر یا کسی فرد واحد کے نقطہ نظر کے مقابلہ جمہور امت کے بیان شدہ اصول کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے ؟ کیا کسی فرد کی رائے پر جمہور کی رائے پیش کرنا تعصب ہے ؟ کیا قرآن وحدیث سے بغیر صحابہ تابعین اور جمہور علماء امت کے مکمل اور صحیح نتائج اخذ کرسکتے ہیں جب کہ ہماری زبان عربی نہ ہو ہمیں نحو صرف لغات اور احادیث پر مکمل دسترس حاصل نہ ہو اصول حدیث و فقہ کو ہم نے ازبر محفوظ نہ کیا ہو ؟؟لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بھی انسانی دخل کا نتیجہ ہیں بیشک لیکن وہ لوگ بھول جاتے ہیں کہ نتائج دو طریقے ہیں نکالے جاتے ہیں کبھی آگ کو دیکھ کر دھواں کا پتہ چلتا ہے تو کبھی دھواں دیکھ کر آگ کا لیکن آگ وہی بتا سکتا ہے جس نے خود آگ کو روشن کیا ہو یا قریب سے دیکھا ہو ورنہ دور رہنے والے تو دھواں سے آگ کا پتہ لگاتے ہیں اسی طریقے سے پہلے کے لوگوں نے ڈائریکٹ استفادہ کیا کیونکہ اس وقت ایسے لوگ موجود تھے جو ان کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے تھے لیکن جیسے جیسے زمانہ نبوت سے

دوری ہوتی گئ متقدمین سے استفادہ بڑھتا گیا جو عین فطرت اور قرین قیاس ہے اور اقرب الی الصواب ہے جس میں غلطیوں سے محفوظ رہنے کا امکان زیادہ ہے اگر کچھ نئ روشنی بکھرتی بھی ہے تو انہیں متقدمین کے علوم کے سائے میں ، اگر ہر کوئی صحابہ متقدمین و متاخرین علماء فقہا محدثین اصولیین کو چھوڑ دے اور خود سے اپنا نتیجہ فکر پیش کرنے لگے تو اس میں غلطی کا امکان زیادہ بڑھ جاتا ہے اور یہی ہوا ہے ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے اپنی خودساختہ فکر پیش کرنے کی کوشش کی تو وہ کہیں نہ کہیں غلطی کر بیٹھے کسی نے صحابہ کا مرتبہ گھٹادیا تو کسی نے صرف قرآن کو لیا احادیث کو چھوڑ دیا کسی نے احادیث کو لیا قرآن کو چھوڑ دیا جس سے نئے نئے مسائل جنم لینے لگے اور کمال کی بات یہ ہے کہ یہ ہی لوگ جمہور کے دامن کو پکڑنے والوں پر الزام بھی لگاتے ہیں کہ تم مخالفت کرتے ہو تم تعصب کرتے ہو جب کہ انہیں چاہئیے کہ جمہور کا خیال کریں جہاں رائے پیش کرنا ہو پہلے جمہور کی رائے بتائیں ان کے دلائل دیں پھر اپنی رائے دلیلوں کے ساتھ پیش کریں مختلف مذاہب ومسالک اور جماعت سے مستفید ہونا کوئی بری بات نہیں ہے لیکن جو اس کے بیان کردہ حدود ہیں اس کو پکڑے رہنا چاہئیے ورنہ اپنی فکر سوائے فتنہ پیدا کرنے کے کچھ اثر نہیں چھوڑ سکتی ۔۔۔۔۔۔

یاد رہے کہ یہ جو میں لکھ رہا رہوں یہ صرف میری بات نہیں ہے اگر کسی کو دیکھنا ہو تو موافقات میں تمام اصول بیان ہوئے ہیں اسے غور سے پڑھ لینا چاہئیے

شفیع اللہ اعظمی
العین

تنبیہ یہ مضمون کسی کو نشانہ بناکر نہیں لکھا گیا

PASBAN E ILM O ADAB
Ulama-E-Pasban e ilm o Adab
پاسبان علم وادب
پاسبانِ علم و ادب
علماء پاسبان علم وادب

محترم المقام مولانا سعد صاحب مد ظلکم
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ایشیاء کی عظیم درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے دو سو چھپن سپوت آپ سے درخواست کررہے ہیں خدارا آپ دارالعلوم تشریف لے جائیں جن مسائل میں اختلافات ہیں ان میں باہم مذاکرہ کرلیں تاکہ امت انتشار سے محفوظ رہے ۔
اب تو غیر بھی ہمارے شیرازہ بکھرنے پر ہنس رہے ہیں اللہ واسطے یہ اقدام کرلیں اور باہمی اعتماد کی فضاء کی استواری میں تعاون فرمائیں مرکز بھی ہمارا ہے دارالعلوم بھی ہمارا ہے ۔

منجانب پاسبان علم و ادب